بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجلیاتِ رمضان

مصنفہ

مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار

لاہور ۲ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

فمن شهد منکم الشھر فلیصمہ ؕ (قرآن)

قدحے در کش و سرخوش بتماشا بخرام
تا بہ بینی کہ "نگارت" بچہ آئیں آمد
(حافظ)

تجلیاتِ رمضان

اس رسالہ میں رمضان المبارک فرضی اور نفلی روزوں، نماز تراویح، لیلۃ القدر، عید الفطر، عید الاضحیٰ، قربانی اور قرآن مجید کے منزلت و فضائل اور احکام و مسائل کو دریا بہ حباب اندر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ تمام موضوع صرف قرآن اور حدیث کے استدلال سے بیان کئے گئے ہیں۔ جو جامعیت کے لحاظ سے تکمیل بردوش۔ اور کہکشاں گیر ہیں۔

از تالیفات

حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر: مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

نام کتاب — تجلیات رمضان

نام مصنف — مولانا محمد صادق سیالکوٹی

اشاعت — جنوری ۱۹۷۷ء

ناشر — مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ - حق سٹریٹ - اردو بازار لاہور

مطبوعہ ارشاد پرنٹنگ پریس ۹ ریٹی گن روڈ لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش خبر

خدائے بزرگ و برتر نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معیاری رسول (IDEAL PROPHET) بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ہر قسم کی خوبی، بھلائی، اور نیکی کے قابلِ عمل نمونہ ہیں۔ ایک کامل مکمل انسان، اور مثالی پیغمبر بن کر آئے ہیں۔ آپ پیمانہ ھدیٰ، نصابِ رضا، اور عمل بالقرآن کا جامع کورس ہیں۔

ذاتِ گرامی وہ کسوٹی ہے جس پر خدا کی خوشی اور ناخوشی کے کاموں کی پرکھ ہوتی ہے۔ "آیۂ رحمت" کے اعضاء وجوارح سارے جہان کے لئے ہدایت کی شمعیں ہیں۔ اور ان کی حرکتیں قربِ خداوندی کی کرنیں۔ زبانِ پاک کے کلمات وہ پھول

ہیں۔ جن کی عطر بیزیاں طائر لاہوتی کی روح و رواں ہیں۔ تحیات سرمدی۔ صلوٰۃ یزدانی۔ اور طیبات رحمانی کی ایمان آفریں عملی صورتیں۔ آپ ہی کے وجود اطہر سے شرفِ صدور پاکر شباب کو پہنچ گئیں۔

توحید نے اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں جنم لیا۔ لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دورِ ھمایوں تک مرور ایام کی آغوش میں رضاعت کے دن گزارا کئے کہ اتنے میں ایوانِ نبوت کی خشتِ آخریں۔ حضور خاتم النبیین رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ و سلم ساری کائنات کے رسول بن کر تشریف لے آئے۔ اور آپؐ نے توحید کی ایسی ہمہ گیر تربیت فرمائی۔ کہ عہدِ رسالت میں ہی اس نے اپنی جوانی کے نقطۂ عروج کو پا لیا۔

ایسی ٹکسال ہونے کا شرف صرف حضور اکرم صلے اللہ علیہ و سلم ہی کی زبان، وحیِ بیان کو حاصل تھا۔ کہ جس سے رشد و ہدایت کے وہ نورانی سکے ڈھلتے تھے کہ جن سے بازارِ حشر میں فضل و رحمت کی جنس کے سودے ہوں گے۔ آپ ہی کے نفسِ نفیس سے خیر محض کی ایسی نہریں رواں ہوئیں۔ کہ ان سے تشنگانِ ھدیٰ، تا صورِ اسرافیل پیاس بجھائیں گے۔

اسی لئے خدا نے آیت "وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ" نازل فرماکر تمام مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ آسمانی ہدایت حاصل کرنے اور دینی مسائل پوچھنے کے لئے صرف بابِ رسالت کو ہی دستک دیں۔ خبردار! "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی" کے گہن نا آشنا مہر نیمروز کی ضیا باری میں کوئی بھی امت میں سے دین کامل کی فضا میں اپنی اپنی "موم بتی" نہ جلائے۔ ع

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

جس طرح دوسرے ارکان مسلمانی کی عمارت کے قیام کا باعث ہیں۔ اسی طرح روزہ بھی ایوانِ دین کا عظیم الشان ستون ہے۔ روزہ مسلمانوں میں صبر ضبط، ایثار، بردباری، تحمل، مروت، سلوک، غمخواری، حوصلہ، پائے مردی، ثابت قدمی، اور احساس غربت ایسے فضائل پیدا کرتا ہے۔ آدمی کو مشکلات اور مصائب پر قابو پانے کا عادی بناتا ہے۔ بھوک پیاس کی سہارسے اس کو جفاکشی، اور جہاد و غزا کی مشقت برداشت کرنے کا سبق سکھاتا ہے۔ شہوات کو دبا کر روحانیت کو ابھارتا، اور انسان کے اخلاق و کردار کو سنوارتا ہے۔ "دلے گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے" کی عملی روح پھونکتا ہے۔

اس روزہ کی فرضیت تو قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن اس سراپا خلوص عبادت کا طریقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سے سیکھنا واجب ہے۔ کیونکہ جو عبادت سنت کے مطابق نہ ہو۔ خدا قبول نہیں کرتا۔ (کما مرّ) ۔ اسی قرآنی اصول کے پیش نظر ہم نے روزہ، اس کے متعلقات، متضمنات اور صدہا مسائل پر زیرِ نظر کتاب "تجلیاتِ رمضان" کے نام سے لکھی ہے تاکہ مسلمان بھائی اور بہنیں اس موضوع کے تمام مسائل و احکام بالراست رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر کے عمل کریں۔ کہ اس کتاب کی سطروں کی تمام نہریں رسالت کے چشمۂ صافی کے زلالِ ھدیٰ سے لبریز بہ رہی ہیں۔ ؎

دراں چمن کہ نسیمے وزد ز طرۂ دوست
چہ جائے دم زدن نافہائے تاتاریست
(حافظؒ)

محمد صادق سیالکوٹی

رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

آفتابِ رسالت کی نور افشانی

خطبۂ رمضان

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على نبيه الكريم

وعن سلمان الفارسي قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر يوم من شعبان فقال يا أيها الناس قد أظلكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من ألف شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المؤمن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل أجره من غير أن ينقص من أجره شيء قلنا يا رسول

اللہِ لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِہٖ الصَّائِمَ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللہُ
ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ
اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا
سَقَاہُ اللہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَّا یَظْمَأُ حَتّٰی
یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ
وَّ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ
وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللہُ لَہٗ
وَ اَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن (رمضان سے ایک یوم قبل) ہمیں خطبہ دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! تحقیق تم پر (ایک) بڑے مہینے نے سایہ ڈالا۔ (یعنی رمضان آیا چاہتا ہے۔ مہینہ ہے برکت والا۔ (ایسا) کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (لیلۃ القدر) خدا تعالیٰ نے اس (رمضان) کے روزے فرض اور اس کی رات کا قیام (تراویح، نفل۔ سنت) فرمایا ہے۔ جو کوئی رمضان میں کسی

نیکی کی خصلت (نوافل وغیرہ) سے خدا کا قرب تلاش کرے تو ایسا ہے کہ جیسے غیر رمضان میں فرض ادا کیا (یعنی رمضان میں نوافل کا فرضوں کے برابر ثواب ہوتا ہے) اور جس نے رمضان میں (قولی، بدنی، یا مالی) فرض ادا کئے تو ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کئے۔ اور وہ مہینہ ہے صبر کا (کہ آدمی کھانے پینے اور شہوت سے باز رہتا ہے)۔ اور اس صبر کا ثواب بہشت ہے۔ اور مہینہ ہے مواسات یعنی غم خواری کا۔ (کہ بھوک پیاس وغیرہ سے غرباء اور فقراء کا احساس ہوتا ہے)۔ اور مہینہ ہے وہ کہ مومن کا (صوری اور معنوی) رزق اس میں زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور جس نے روزہ دار کو رمضان میں افطار کروایا (کسب حلال سے) تو اس کے سبب اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور آگ سے نجات ہو گی۔ اور روزے دار کے ثواب کے مانند اس افطار کرانے والے کو ثواب ملے گا۔ (لیکن روزے دار کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا۔ ہم (صحابہؓ) نے کہا۔ اے خدا کے رسول ہم سب اس قابل نہیں۔ کہ روزے دار کو افطار کرانے کا سامان (خورد و نوش) پاتیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ خدا اس شخص کو بھی یہ ثواب دیتا ہے۔
جو روزے دار کو (خلوص نیت سے) ایک گھونٹ
لسی۔ یا ایک کھجور۔ یا ایک گھونٹ پانی
کے ساتھ افطار کروائے۔ اور (سنو) جو روزے
دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا۔ خدا (قیامت
کو) اسے میرے حوض (کوثر) سے ایسا پلائے گا،
کہ بہشت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔
اور وہ (ایسا برکت والا) مہینہ ہے۔ کہ اس
کے شروع میں رحمت ہے۔ اور اس کے درمیان
میں بخشش، اور آخر میں نجات ہے۔ اور جس
شخص نے (اپنے) لونڈی غلام (نوکر چاکر خادم)
سے رمضان میں (خدمت لینے کا) بوجھ ہلکا کیا
خدا اس کو بخشتا ہے۔ اور آگ سے نجات
دیتا ہے! (مشکوٰۃ)

رمضان کے روزہ کی فرضیت

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ ۝ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۝ (پ۲ البقرۃ)

"اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے۔ تم پر روزہ، جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (روزے) کئی دن گنتی کے ہیں، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار یا سفر میں ہو۔ تو لازم ہیں اُتنے (فوت شدہ) روزے اور دنوں سے۔"

مُلاحظہ:- اس آیت سے رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح پہلی امتوں پر روزہ فرض تھا۔ اسی طرح ہم پر فرض ہے۔ رمضان المبارک کے روزہ کا تارک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور منکر اس کا کافر ہے۔ اس لئے بغیر عذر شرعی کسی مسلمان کو ترک صوم روا نہیں۔ مسافر ہو یا بیمار، جو کوئی سفر یا مرض کے باعث روزہ نہ رکھ سکے۔ تو اسے چاہیئے کہ مقیم اور تندرست ہو کر اُتنے دنوں کی قضا کرے۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت اور تاکید کے متعلق ایک اور ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ز وَ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝

(پ ۲)

" رمضان کا مہینہ (ہی) ہے۔ جس میں قرآن (لوح محفوظ سے بیت العزت میں) اترا ہے۔ جو لوگوں کو (اسلام کی) راہ دکھلانے والا۔ ہدایت کی کھلی نشانیاں اور (قیامت تک زندہ) معجزہ ہے۔ پھر جو کوئی تم میں سے رمضان کے مہینے کو پائے۔ تو وہ سارا مہینہ روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو وہ (بحالت مرض یا سفر روزہ نہ رکھے۔ اور چھوڑے ہوئے روزوں کو) گن کر (سوائے رمضان کے) اور دنوں میں رکھ لے۔ خدا تمہارے

ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور نہیں چاہتا تم
پر سختی۔ تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی) گنتی
پوری کرو۔ اور خدا کو بہت بزرگی سے یاد
کرو۔ کہ اس نے تم کو (اسلام کا) راستہ دکھایا
اور تاکہ تم (اس طرح خدا کا) شکر کرو۔" (پ۲ البقرہ)

ملاحظہ:- اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ رمضان المبارک ایسے با برکت مہینے میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔ یکبارگی لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزت میں اترا ہے۔ اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق تیئیس سال میں رحمت للعالمین ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل ہو کر دنیا والوں کو ملا ہے۔ یہ قرآن کیا ہے؟ ہدایت کی واضح آیات مہرِ نیمروز سے زیادہ روشن نشانیاں۔ اور لازوال معجزہ ہے۔ اور پھر فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے رمضان کا پورا مہینہ روزے رکھنے فرض ثابت ہوتے ہیں۔ بعینہٖ جس طرح نماز، زکوٰۃ، اور حج فرض ہے۔ اسی طرح روزۂ رمضان فرض ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت کی شہادت صدق دل کے ساتھ، نماز زکوٰۃ، روزہ۔ حج۔ جس طرح دیگر ارکان اربعہ کے بغیر مسلمانی لَا شَئی ہے۔ اسی طرح روزہ کے فقدان سے اسلام

جواب دے جاتا ہے۔ اگر ترک نماز سے دین کا سقف مرفوع گر پڑتا ہے۔ تو روزہ کے چھوڑنے سے بھی دین کی چار دیواری دھڑام سے زمین پر آ پڑتی ہے۔

ماہِ رمضان کی فضیلت

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے روزہ رکھا رمضان کا ایمان سے (شریعت کو سچ جان کر، اور فرضیت کا اعتقاد کرکے) اور (صرف) طلب ثواب کے لئے۔ تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جو کوئی کھڑا ہوا رمضان میں ایمان سے۔ اور طلب ثواب کی غرض سے، تو

اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائینگے۔ اور جو کوئی کھڑا ہوا شب قدر کو ایمان سے (کہ واقعی یہ شب ہزار ماہ سے بہتر ہے) اور ثواب کی نیت سے، تو اس کی سابقہ خطائیں مٹا دی جائیں گی"

ملاحظہ:۔ جو شخص رمضان کا روزہ صرف خدا کا حکم سمجھ کر اس سے ڈر کر، اجر آخرت کے لئے رکھے۔ اور رمضان میں قیام کرے۔ یعنی راتوں کو خلوص و تقویٰ سے تراویح پڑھے، قرآن کی تلاوت، اور ذکر کرے۔ اور اسی طرح خدا کی خوشنودی، اور رضا مندی کے لئے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں قیام کرے۔ شب قدر کا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے ان راتوں کو زندہ رکھے۔ تو اس کی زندگی کے تمام صغیرہ گناہ سوائے حقوق العباد کے خدا تعالےٰ معاف کر دیتا ہے اور کبائر میں بھی تخفیف آجاتی ہے۔

عبادت روزہ کی خصوصیت

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ حَسَنَۃٌ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ شَھْوَتَہٗ وَطَعَامَہٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ

فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرُءٌ صَائِمٌ " (بخاری۔ مسلم)

- حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (اسی طرح خلوص و تقویٰ کی بنا پر) سات سو نیکی تک ثواب پہنچتا ہے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے۔ سوائے روزہ (کی عبادت) کے۔ کہ روزہ (محض) میرے ہی لئے ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (کیونکہ روزہ دار) چھوڑتا ہے خواہش اپنی اور کھانا اپنا (صرف) میرے لئے (سنو!) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اس کے پروردگار کی ملاقات کے وقت (جب وہ اسے روزے کا اجر دے گا)۔ اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالےٰ کے نزدیک

کستوری کی خوشبو سے خوشتر ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ (شیطان کے شرّ، اور دوزخ کی آگ سے) پھر جب تمہارا روزے کا دن ہو۔ تو نہ فحش بات کرے کوئی۔ اور نہ بے ہودگی سے آواز بلند کرے۔ پس اگر کوئی اُسے بُرا کہے۔ یا اس سے لڑنا چاہے۔ تو اسے کہنا چاہیئے۔ کہ میں روزہ دار شخص ہوں"

روزہ کا اجر بے پایاں

کراماً کاتبین ہر نیکی کا ثواب لکھتے ہیں۔ اور ہر نیکی دس گنا۔ سو گنا۔ سات سو گنا، اورچودہ سو گنا تک ثواب میں بڑھائی جاتی ہے۔ لیکن روزہ ہی ایک ایسی نیکی، اور عبادت ہے۔ کہ اس کے ثواب کی زیادتی، اور نمو کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے، ظاہر ہے۔ کہ جو شخص مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی خلوص سے نماز پڑھے۔ لوگ ضرور اس کی نماز کو دیکھیں گے۔ اگر جمعہ کے لیے مسجد میں جاتا ہے۔ تو ہزاروں آدمیوں کی نظر اس کی عبادت پر پڑے گی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے بھی اظہار ناگزیر ہے۔ فریضۂ حج کو پورا کرنے کی خاطر اگر آپ بیت اللہ جائیں گے، تو کعبۃ اللہ، اور عرفات میں لاکھوں آدمی آپ کے مناسک حج پر گواہ ہوں گے۔ غرض

تمام قسم کی عبادتوں میں ضرور اظہار ہوتا ہے۔ اور اظہار میں ریا نمود کا خطرہ اور خدشہ ہوتا ہے۔ لیکن صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک شخص بظاہر رمضان میں نہ کھائے پیئے۔ تو ہر شخص اس کو روزہ دار سمجھے گا۔ لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ اس کا روزہ ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ روزہ کی عبادت میں نمود و ریا کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ عبادت سراسر خلوص اور اخلاص پر ہی مبنی ہے۔ صرف خدا ہی کو دکھانے کے لیے روزہ رکھا جاتا ہے۔ اسی لیے حدیث محولہ بالا میں ہے۔ کہ روزہ صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور روزہ کی جزا بھی قیامت کے دن اللہ ہی روزہ دار کو دے گا۔ روزہ کا ثواب دس گنا یا سو گنا، یا ہزار گنا کی گنتی سے بے نیاز ہے نامۂ اعمال میں اگر کراماً کاتبین صرف ایک روزہ کا ثواب قیامت تک لکھتے رہیں۔ تو نہیں لکھ سکتے۔ کیونکہ روزہ کی عبادت میں خلوص اتنا کہکشاں گیر ہوتا ہے۔ رضائے الٰہی کی نیت کی پہنائیاں اتنی آفاق گیر اور افلاک بردوش ہوتی ہیں۔ کہ فرشتوں کی قوتیں ان کے شمار و احصا سے عاجز ہیں۔ اس لیے صرف خدا تعالیٰ ہی اس سراپا خلوص عبادت کے ثواب کو جانتا ہے۔ اور روزہ دار کو اپنے حضور بلا کر

روزہ کے اجر بے پایاں سے نوازے گا۔

تنہائی میں روزہ دار اگر چاہے۔ تو کچھ کھا پی سکتا ہے۔ خلوت میں اس کے پاس کوئی نہیں ہوتا۔ ٹھنڈا پانی اور مرغوب غذا کے ہوتے ہوئے۔ نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ شدت کی گرمی میں نہانے کے لئے صائم غسلخانے میں داخل ہوتا ہے، سرد پانی اس کے سر اور بدن پر پڑتا ہے۔ اس کے چہرہ، آنکھوں اور لبوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہوئے بہ جاتا ہے۔ اسی سرد پانی سے روزہ دار کلی کرتا ہے۔ آب خنک اس کے منہ میں ہے، اگر وہ چاہے۔ تو اسی ٹھنڈے پانی کو سیر ہو کر پی سکتا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے۔ کہ ایک قطرہ تک پانی اس کے حلق سے نیچے نہیں جاتا۔ دریا طلب پیاس بجھانے کے لیے ایک گھونٹ نہیں پیتا؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف خدا کا حکم۔ خوف اور ڈر پانی کو اس کے حلق سے نیچے نہیں اترنے دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت، اور اس کا جلال مانع تجرع رہتا ہے۔ احکم الحاکمین کی دہشت اکل و شرب کے تصور سے لرزہ براندام رکھتی ہے۔ اور حکم کی زنجیر میں بندھا ہوا انسان پانی کی ایک چسکی کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب روزہ کی عبادت اس درجہ رضائے الٰہی کے بہشت اور خلوص کے فردوس اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے۔ تو پھر کیوں نہ عطا لقا پر موقوف ہو۔

بہشت کے دروازوں کا کھلنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا نزول اجلال ہوتا ہے، تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں سے کس دیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابواب رحمت مفتوح ہوتے ہیں۔"

ملاحظہ:- آسمانوں کے دروازوں کے کھلنے سے مراد یہ ہے کہ ماہ رمضان میں خدا کی رحمت بکثرت نازل ہوتی ہے۔ اعمال صالحہ صعود کرتے اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ اور بہشت کے دروازے کھلنے کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو ایسے نیک اعمال کی بہت توفیق ملتی ہے۔ جو موجب بہشت ہوتے ہیں۔

اور ابواب جہنم کی بندش ۔ کنایہ اس سے ہے۔ کہ صائم موجب آتش اعمال سے باز رہتا ہے، اور روزہ کی برکت سے وہ کبائر سے اجتناب کرتا اور صغائر سے نجات پاتا ہے، اور شیطانوں کے قید کئے جانے کا یہ مفہوم ہے۔ کہ وہ ماہ رمضان میں لوگوں کو گمراہ کرنے اور بھکانے سے باز رہتے ہیں۔ اور ان کے وسوسوں کا اثر لوگوں پر نہیں ہوتا۔ مشاہدہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ رمضان کے مہینے میں مساجد غیر معمولی طور پر نمازیوں سے بھر جاتی ہیں۔ سارا مہینہ مسجدوں میں ذکر اذکار، تسبیح و تہلیل۔ اور کثرت عبادت سے رونق رہتی ہے جمعہ میں مسجدوں کے اندر جگہ نہیں رہتی ۔ تو بازاروں میں صفیں بچھانی پڑتی ہیں۔ اس کے علاوہ عام گزرگاہوں۔ شاہراہوں۔ اور بازاروں میں بے حیائی ۔ بدکاری۔ فسق و فجور۔ اور کذب و فریب کا جھکڑ نہیں چلتا۔ اور بدی کے ارتکاب سے ہر کہ و مہ کو حجاب آتا ہے۔ شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ یہ ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ شیاطین زنجیروں میں کسے گئے ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں۔ تو پھر رمضان میں جو کم از کم گناہ ہوتے ہیں ۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ رمضان میں جو لوگ گناہ کرتے ہیں۔ طبیعتیں ان گناہوں کی عادی ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور وہ باز نہیں آتیں۔ جس طرح

بچھو یا سانپ کاٹ جائے۔ تو بہت عرصہ تک بعد میں درد کا احساس رہتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ رمضان میں بھی گناہوں سے باز نہیں آتے ہیں۔ وہ شیطان گزیدہ روحیں ہیں۔

باب ریّان میں داخلہ

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازے کا نام ریّان رکھا گیا ہے۔ اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔"

مُلاحَظہ:۔ بخاری مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے ایک روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص (سنوار کر خلوص سے) نماز پڑھنے والا ہوگا۔ وہ (قیامت کو) نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ کہا جائے گا۔ اے بندے! اس دروازے سے (بہشت میں) داخل ہو۔ اور جو کوئی اہل جہاد سے ہوگا۔ یعنی جس نے بکثرت جہاد کئے ہوں گے) بلایا جائے گا۔ جہاد کے دروازہ سے۔ اور جو اہل صدقہ سے (بکثرت خیرات کرنے والا) ہوگا۔ وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ

الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ ۔ اور جو کوئی بھوک پیاس کے میدان کا شاہسوار، روزہ دار ہو گا۔ وہ باب الریان سے بلایا جائے گا۔

نوٹ:۔ ریان کے معنی ہیں سیراب کیا گیا۔" روزہ دار جب بہشت میں جانے کے لئے اس دروازے میں داخل ہو گا۔ تو وہاں اسے شراب طہور کے جام پلائے جائیں گے۔ پھر وہ خوب سیراب ہو کر بہشت میں جائے گا۔ یعنی اور بہشتی تو بہشت میں داخل ہو کر شراب طہور کا مزا چکھیں گے۔ لیکن ماہ رمضان کی عزت کرنے والا بڑے خلوص اور محبت سے روزے رکھنے والا۔ بہشت میں داخل ہونے سے پہلے، بابُ الریان پر ہی شراب جنت کی لذت سے سرشار ہو گا۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ۔ (شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ اور قرآن (قیامت کے روز) بندے کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا۔ اے

رب میرے۔ تحقیق میں نے منع کیا تھا۔ اس (روزہ دار) کو کھانے سے اور رغبت کی چیزوں سے دن میں۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر۔ اور کہے گا قرآن (باز رکھا تھا میں نے اس کو نیند سے رات کو (تا تہجد پڑھے اور قیام کرے)۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر۔ پھر ان کی شفاعت قبول کی جائے گی :

ملاحظہ:۔ ہر مسلمان کے نیک عمل خدا کی جناب میں نجات کے لئے بہترین وسیلہ ہیں۔ اور اسی وسیلہ کی جستجو، اور حصول کی خاطر تگ و دو جاری رکھنی چاہیئے۔ روزہ اور قرآن صائم اور قاری کے حق میں اللہ کے پاس شفاعت کریں گے۔ یعنی اس کی نیکی، جو وسیلہ ہے شفاعت کرے گی اکل و شرب اور جماع سے امساک کی، روزہ شہادت دے کر عرض کرے گا۔ خداوندا! اس آدمی کو بخش دے، اور اسی طرح قرآن اپنے قاری کی قرات کی گواہی دے کر، اس کی مغفرت کے لئے خدا کو کہے گا۔ گویا روزہ اور قرآن کا اپنے عاملوں کے حق میں نیک گواہی دینا ہی شفاعت کرنا ہو گا۔ پس ہمیں چاہیئے کہ رمضان کے روزے بڑے خلوص و محبت کے ساتھ رکھیں۔ اور راتوں کو قیام کریں۔ اور تہجد پڑھیں، تا کہ روزہ اور قرآن ہماری نیکی کے گواہ ہو کر شفاعت کرنے والے ہوں۔

بہشت کا بناؤ سنگار

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّۃَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَاِذَا کَانَ اَوَّلُ یَوْمٍ مِّنْ رَمَضَانَ ھَبَّتْ رِیْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّۃِ عَلَی الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَقُلْنَ یَارَبِّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ عِبَادِکَ اَزْوَاجًا تَقَرُّبِھِمْ اَعْیُنُنَا وَتَقَرَّ اَعْیُنُھُمْ بِنَا (شعب الایمان)

"روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آمد رمضان پر بہشت ضرور زینت اور بناؤ کرتی ہے ہر سال سے آئندہ سال تک۔ پھر جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے، تو عرش کے نیچے حور عین[1] پر بہشت کے پتوں سے ہوا چلتی ہے۔ پھر وہ (حور عین) کہتی ہے۔ خداوندا! بنا ہمارے لئے اپنے بندوں سے جوڑے۔ جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

ملاحظہ:۔ اس حدیث شریف سے رمضان المبارک کی فضیلت ظاہر ہے۔ کہ ہر سال یعنی غرہ شوال سے بہشت بناؤ کرنا شروع کرتی ہے۔ رمضان کی خاطر۔ اور رمضان کی خاطر

---

[1] حُور حورا کی جمع ہے۔ اور عین موٹی آنکھ والی عورت کو بولتے ہیں۔ حور عین کے معنے ہوئے موٹی آنکھ والی نہایت خوبصورت گوری چٹی بہشت کی عورتیں۔ (صادق)

کا یہ مطلب ہے کہ رمضان میں جو خدا کے نیک بندے روزہ رکھتے ہیں۔ تراویح پڑھتے ہیں۔ قرآن خوانی اور خدا کے ذکر کی کثرت سے راتوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ آنکھ، کان، زبان، اور ہاتھ پاؤں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے صالح روزہ داروں کی خاطر بہشت سارا سال بناؤ سنگار میں لگی رہتی ہے۔ اور جب رمضان آتا ہے۔ تو بہشت کا بناؤ پورے جوبن پر آجاتا ہے۔ اور پھر جوبن فردوس۔ حوریں۔ خدا کی جناب میں سچ مچ کے روزہ داروں کے وصال کے لئے آرزو مند ہوتی ہیں۔ زاہدین رمضان سے ملنے کی تمنا میں بارگاہِ اقدس میں سجدہ ریزی کرتی ہیں۔ قارئین کرام اس سے اندازہ لگالیں۔ کہ روزہ کس درجہ ثمر بار عبادت ہے؟ اور رحمت دو عالم نے روزہ کے درخت کی پھلوں سے لدی پھندی شاخوں کو اسی لئے جھکی ہوئی دکھایا ہے۔ تا کہ آخرت پر ایمان رکھنے والے رمضان کی پوری پوری قدر کریں۔ اور روزہ کی عبادت کے میدان میں گوئے سبقت لے جائیں۔

رمضان کو غنیمت جانو

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ

حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ
خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ۔ (ابن ماجہ)

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق یہ مہینہ آیا ہے تم پر اور اس میں ایک رات ہے جو (اگر زندہ کی جائے تو) ہزار مہینوں کی عبادت سے (ثواب میں) بہتر ہے، پھر جو شخص اس (رات کی) خیر سے محروم رہا۔ (کہ توفیق عبادت کی نہ ہوئی) پس تحقیق وہ ہر خیر (کی خوبی) سے محروم رہا۔ اور (سنو) اس کی خیر سے کوئی محروم نہیں کیا جاتا سوائے ہر بے نصیب کے۔"

مُلاحظہ:۔ مسلمان بھائیو! رمضان کو غنیمت جانو۔ اور اس کے آنے پر عبادت کی خوب تیاری کیا کرو۔ بڑی پرہیز کے ساتھ سارا مہینہ روزے رکھو۔ اور راتوں کو قیام کرو۔ قرآن کی تلاوت کی کثرت سے اس کو اپنا گواہ بناؤ۔ صدقات، خیرات، اور نوافل پر زور دو۔ اور اس ماہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں کو شب قدر کا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے زندہ کرو۔ دوسروں کو بھی نیکیوں کی طرف رغبت دلاؤ۔ تمام گھر کے اہل وعیال کو نماز کا پابند، اور روزے کا عامل بناؤ۔ سب کو سحری کے وقت اٹھا کر کھلاؤ پلاؤ۔ روزے رکھاؤ۔ اور انہیں قرآن خوانی پر آمادہ کرو۔ اکلِ حلال اور صدقِ مقال کا خاص طور پر خیال رکھو

کوئی جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے۔ گالی گلوچ، اور فحش کلامی سے روزے کو مجروح نہ کرے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان کو پائیں۔ اور پھر اس کی خیر سے محروم رہیں۔

حقیقی بدبخت

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رمضان کی آمد پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تمہارے پاس رمضان آپہنچا ہے۔ برکت کا مہینہ آگیا ہے۔ خدا کی رحمت نے تمہیں ڈھانک لیا ہے۔ (سنو!) خدا کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ گناہ معاف کئے جا رہے ہیں دعائیں قبول ہو رہی ہیں۔ اور خدا دیکھ رہا ہے کہ کون تم میں سے عبادتوں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے؟ پھر وہ (ایسے عابدوں کا) اپنے فرشتوں میں فخر کرتا ہے۔ لوگو! اللہ تعالےٰ کو اپنا جوشِ عمل دکھاؤ۔ اور یاد رکھو، حقیقی بدبخت وہ شخص ہے۔ جو اس مہینہ میں خدا کی رحمتوں سے محروم رہے۔" (طبرانی)

جبریلؑ کی تین بددعائیں

عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ صَعِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا رَقِيَ عُتْبَةً قَالَ اٰمِيْنَ۔ ثُمَّ رَقِيَ أُخْرٰى فَقَالَ اٰمِيْنَ ثُمَّ رَقِيَ عُتْبَةً ثَالِثَةً فَقَالَ

اٰمِیْنَ۔ ثُمَّ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَهٗ۔ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ فَقُلْتُ اٰمِیْنَ۔ قَالَ وَمَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ فَقُلْتُ اٰمِیْنَ قَالَ وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْكَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ فَقُلْتُ اٰمِیْنَ۔ (ابن حبان)

حسن بن مالک بن حویرث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ایک دن) منبر پر چڑھنے لگے۔ تو (چڑھتے وقت) پہلے زینہ پر آمین کہی۔ پھر دوسرے پر (قدم رکھتے وقت) بھی آمین کہی۔ اور تیسرے زینہ پر بھی فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا۔ (سنو!) حضرت جبریل میرے پاس آئے۔ اور کہا۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جس نے رمضان کا مہینہ پایا۔ پھر (بداعمال کی وجہ سے) اسکی بخشش نہ ہوئی۔ اسے اللہ (اپنی رحمت سے) دور ڈال دے۔ میں نے کہا۔ آمین! ۔ پھر جبریل نے کہا۔ جو اپنے ماں باپ کو، یا ان میں سے ایک کو پائے۔ پھر (ان کی نافرمانی کے سبب) دوزخی بنے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ میں نے کہا۔ آمین! پھر جبریل نے کہا۔ جس شخص کے روبرو آپ کا ذکر کیا جائے،

اور (آپ کا نام سن کر) پھر بھی درود نہ پڑھے اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے دور کرے۔ میں نے کہا۔ آمین!!"

مُلاحظہ:۔ جو شخص رمضان میں نہ نماز پڑھے۔ نہ روزہ رکھے، نہ رات کو قیام کرے۔ خدا کی عبادت اور ذکر سے کنارہ کش رہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم آمین فرماتے ہیں۔ غور کریں! کہ ایسے شخص کا کیا انجام ہوگا۔ حضرت جبریلؑ کی دعائے پھٹکار اور اس پر حضرت انورم کا آمین فرمانا۔ رمضان کے بدعمل کیلئے یقیناً جہنم کا موجب ہے۔ مسلمانو! خدا سے ڈرو۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچا لو۔ ماہِ رمضان میں خدا کے باغی اور سرکش بن کر بدنصیب نہ بنو، رحمت اور برکت کے مہینے میں خدا کی بخشش کے اعمال سے اپنی عاقبت سنوار لو کہ دنیا میں آنے کا مقصد وحید ہی یہی ہے۔

دوسری بد دعا حضرت جبریل نے والدین کے نافرمان، بے ادب اور باغی کے حق میں فرمائی۔ اور ایسے دوزخی کو بھی خدا کی پھٹکار سنائی۔ حضرت انورم نے یہاں بھی آمین کہی۔ والدین کے نافرمانوں گستاخوں، بے ادبوں، اور انہیں ستانے والوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیئے۔ کہ جبریل معصوم کی دعائے دھتکار اور اس پر مہبطِ جبریل کی آمین ان کے حق میں کیسے مآل پر منتج ہوگی؟

تیسری لعنت جبریلؑ نے اس شخص پر فرمائی جس کے سامنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے اور وہ آپ کی ذات اقدس پر درود شریف نہ بھیجے! ۔ یاد رکھیں جب بھی حضورؐ پرنور رحمۃ للعالمین ۔ خاتم النبیین ۔ اکرم الاولین واکرم الاخرین ۔ کا نام پاک ۔ محمدؐ ۔ لیا جائے ۔ تو فوراً کہیں ۔ صلے اللہ علیہ وسلم! حضورؐ کا ہم پر بے حد احسان ہے، آپ نے توحید کی تعلیم اور قرآن کی تبلیغ سے ہمیں دوزخ کے کنارے سے کھینچ کر جنت کی راہ پر گامزن کر دیا ہے ۔ اس احسان کے شکریہ میں ہم آپ کا حق ادا نہیں کر سکتے ۔ خدائے قدوس نے ہمیں حضور کے شکریہ کی یہ صورت بتائی ہے ۔ کہ ہم خدا کی جناب میں آپ کی ذات پر رحمتوں کی بارش کے نزول کی دعا کریں، بس اس دعا کا نام درود شریف ہے ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

روزوں کی تاکید وتخویف

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جو شخص ماہِ رمضان کا ایک روزہ بلا عذر شرعی چھوڑ دے گا ۔ اگر تمام عمر (نافلہ) روزے رکھے تو اس کے گناہ کی تلافی نہیں ہوگی " (صحیح بخاری)

(۲) حضرت انورؐ نے فرمایا ۔ رمضان المبارک کا روزہ بغیرِ عذر

شرعی ترک کرنے والا کافر اور حلال الدم ہے۔ (ابو یعلی)

(۳) حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص روزہ رمضان رکھ کر جان بوجھ کر (بلا وجہ) توڑ دیگا۔ اس کو جہنم میں معلق لٹکا یا جائیگا۔ اسکی باچھیں چیری جائیں گی۔ اور وہ کتے کی مانند چیخے گا۔ (صحیح ابن خزیمہ)

(۴) آپ نے فرمایا۔ جو شخص رمضان میں بھی خدا کو خوش نہ کرے۔ وہ بڑا بدبخت ہے۔ (صحیح ابن حبان)

(۵) حضورؐ نے فرمایا۔ مسلمانوں پر رمضان سے بہتر، اور منافقوں پر اس سے بدتر کوئی مہینہ نہیں آیا۔" (صحیح ابن خزیمہ)

رؤیتِ ہلال

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ۔

(بخاری مسلم)

"حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ (عید کرو) پھر اگر تم پر (مطلع) ابر آلود ہو۔ تو شعبان کی گنتی تیس دن پوری کرو۔

لہ شرعی حدّیں تعزیریں کا نفاذ و اجرا حکومت کے فرائض سے ہے۔ (محمد صادق)

روزہ اور عید کا حکم

حدیث مذکورکا مطلب یہ ہے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند دیکھو۔ اگر نظر آجائے۔ تو دوسرے دن روزہ رکھو۔ اور اگر نظر نہ آئے۔ یا مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے دکھائی نہ دے۔ تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرکے رمضان کا روزہ شروع کرو۔ اسی طرح رمضان کی انتیس کو اگر چاند نظر آجائے، تو دوسرے دن عید کرلو۔ ورنہ تیس دن پورے کرکے عید کرو۔ یعنی چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو۔ اور چاند ہی دیکھ کر عید کرو۔

حضرت ابن ابی قیس کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائشہ رض کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شعبان کی تاریخوں کو اتنا یاد رکھتے تھے۔ کہ دوسرے مہینوں کی تاریخیں اتنی یاد نہیں رکھتے تھے۔ پھر رمضان شریف کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے، اور اگر مطلع صاف نہ ہوتا، تو آپ شعبان کے تیس دن شمار کرنے کے بعد روزہ رکھتے تھے۔ (ابوداؤد)

شک کے دن روزہ کی ممانعت

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی)

"حضرت عمار بن یاسر رض سے روایت ہے، انہوں نے کہا۔ جو شخص

شک کے دن روزہ رکھے۔ پس تحقیق اس نے نافرمانی کی ابوالقاسم (حضرت محمدؐ) صلے اللہ علیہ وسلم کی۔"

ملاحظہ:۔ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر چاند بسبب ابر وغبار دکھائی نہ دے۔ یا گواہی دے رویت ہلال کی ایک شخص اور اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے۔ یا دو فاسق گواہی دیں۔ اور وہ بھی رد کر دی جائے۔ اس شام کے بعد جو دن ہو۔ اس کو یوم شک کہتے ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ رمضان کا دن ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ رمضان کا نہ ہو۔ پس اس صورت میں جو یوم شک کا روزہ رکھے گا۔ وہ گنہگار ہوگا۔ عبادات اور معتقدات یقینی چیزیں ہیں اور انہیں یقین کے ساتھ پورا کرنا چاہیئے۔ علیٰ وجہ البصیرت بجا لانا چاہیئے۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ اگر انتیس تاریخ کو چاند ہو جائے۔ تو دوسرے دن روزہ رکھ لو۔ اور اگر انتیس کو چاند نہ ہو۔ یا ابر اور غبار کی وجہ سے دکھائی نہ دے۔ تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرکے رمضان کا روزہ رکھیں۔

جو لوگ جمعہ کے بعد ظہر بھی احتیاطاً پڑھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر جمعہ نہ ہوا۔ تو ظہر ہو جائے گی۔ اور اگر ظہر نہ ہوئی، تو جمعہ ہو جائے گا۔ ایسے لوگوں کو شک اور تردّد کی ظلمت سے نکل کر تحقیق کی روشنی میں آجانا چاہیئے۔ حضرت

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو سنتیں پڑھتے تھے گھر جا کر۔ (بخاری مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضورؐ نے جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھنے کو بھی فرمایا ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا۔ کہ نماز جمعہ کے بعد چاہے کوئی دو سنتیں پڑھے، چاہے چار پڑھ لے۔ بس مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ رحمتِ دو عالم نے تمام زندگی کبھی بھی جمعہ کے بعد ظہر نہیں پڑھی۔ پھر جو لوگ شک اور تردّد کی بنا پر جمعہ کے بعد ظہر پڑھتے ہیں۔ کیا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کر رہے ہیں۔ حضورؐ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہیں کر رہے ہیں؟ انہیں ڈرنا اور خوف کھانا چاہیئے۔ اور شک و شبہ کی تاریک غار سے نکل کر آفتابِ رسالت کی روشنی میں بعد جمعہ صرف دو یا چار سنتوں پر اکتفا کرنی چاہیئے۔

رمضان کے چاند کی گواہی

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْهِلَالَ یَعْنِیْ هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ

يَا بِلَالُ اَذِّنْ فِي النَّاسِ اَنْ يَّصُوْمُوْا غَدًا۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا۔ تحقیق دیکھا میں نے چاند۔ یعنی چاند رمضان کا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے؟ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے کہا۔ ہاں! پھر آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا کا رسول ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر آپؐ نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا۔ کہ لوگوں میں اس بات کا اعلان کردو۔ کہ وہ کل کو روزہ رکھیں"

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اگر کوئی مستور الحال شخص رمضان کے چاند کی گواہی دے، تو شرعاً مقبول ہے گواہی اسکی، اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ رمضان کے چاند کے بارے میں ایک آدمی کی شہادت مقبول ہے۔ عادل ہو۔ یا مستور الحال ہو، عادل سے مراد پرہیزگار۔ راستباز۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند۔ اور مستور الحال اس شخص کو کہتے ہیں۔ کہ جس کا فاسق ہونا معلوم نہ ہو۔

عید کے چاند کی شہادت

حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ ماہ رمضان کی آخری تاریخ میں

(چاند کے متعلق) لوگوں نے اختلاف کیا۔ اس پر دو آدمیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شہادت دی کہ بخدا ہم نے کل شام چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دو آدمیوں کی گواہی پر، لوگوں کو افطار کرنے کا حکم فرما دیا۔ روایت خلف میں اتنا زیادہ ہے۔ کہ حضورؐ نے (یہ بھی) حکم دیا۔ کہ دوسرے روز صبح کو تمام لوگ (نماز کے لئے) عیدگاہ چلیں" (ابوداؤد)

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عید کے چاند کے لئے دو عادل شخصوں کی گواہی معتبر ہے۔

اپنے اپنے شہر کی رؤیت

حضرت کریبؓ کا بیان ہے کہ ام فضل بنت حارث نے مجھے ملک شام میں معاویہ کے پاس بھیجا، پھر جب میں شام میں ان کاموں سے فارغ ہو گیا۔ تو رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا۔ میں اس وقت شام میں ہی مقیم تھا۔ ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر جب میں اواخر رمضان میں مدینہ واپس آیا۔ تو حضرت عباسؓ نے مجھ سے دریافت کیا۔ اور چاند کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے، کہ تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے عرض کیا جمعہ کی رات کو وہ فرمانے لگے، کیا تم نے خود دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں! خود دیکھا تھا۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ اور پھر چاند دیکھ کر لوگوں نے اور معاویہؓ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے تھے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا تھا۔ اس لئے ہم تو پورے

تین روزے رکھیں گے، یا انتیس کا چاند دیکھ کر ختم کریں گے۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا آپ معاویہؓ کی رویت ہلال، اور روزوں کو اس امر میں کافی نہیں سمجھتے؟ انہوں نے فرمایا۔ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد)

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ ہر ملک، اور ہر شہر کی رویت اپنی اپنی — جدا جدا ہے۔ جو معتبر ہے۔

رویت چاند کی دعا جب چاند دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں:۔ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔ (ترمذی)

سحری کھانے کے احکام

رمضان المبارک میں سحری کھانی چاہیئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَةً۔ (بخاری)

"سحری کھاؤ! اس لئے کہ سحری کھانے میں یقیناً برکت ہے۔"

لے اے اللہ ہمارے! تو اس مہینے کو ہم پر سے امن وامان اور سلامتی، اور اپنی فرمانبرداری کے ساتھ گزار دے۔ اے (جہان کو روشنی سے بھر دینے والے) چاند (رسن) میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔

ٹے سَحَر کے معنی ہیں اخیر رات کا چھٹا حصہ، اور سحور کہتے ہیں، اخیر شب کو کھانا اور پینا، تا صبح صادق! (صادق)

ارشاد نبوی "سحری کھاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ کھاؤ سحر کے وقت کچھ نہ کچھ۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ نے فرمایا سحری کھاؤ اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو۔

صحیح مسلم میں ہے۔ حضرت انس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَھْلِ الْکِتَابِ اَکْلَۃُ السَّحَرِ (مسلم)

"ہمارے اور اہل کتاب (یہودیوں، عیسائیوں) کے روزوں کے درمیان سحری کھانا ہی فرق ہے"

ملاحظہ:۔ اہل کتاب کے لئے رات کو سونے کے بعد کھانا حرام تھا۔ اور ہمارے لئے مباح ہوا۔ پھر ہمیں یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے ضرور سحری کھانی چاہئیے۔ تاکہ خدا کے اس انعام کی شکر گزاری پائی جائے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (پ۲)

"(رمضان میں سحری) کھاؤ اور پیو۔ صبح صادق تک"

متذکرہ صدر آیت میں خیط الابیض سے مراد صبح صادق ہے اور خیط الاسود صبح کاذب سے عبارت ہے۔ آسمان کے مشرق کی طرف ایک روشن دھاری تاگے کی مانند ظاہر ہوتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ آسمان کے کناروں میں پھیلتی جاتی ہے اور روشنی بڑھتی جاتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔ لیکن اس سفید تاگے کے ظہور سے کچھ

پہلے ایک سفیدی دکھائی دیتی ہے۔ جو بھیڑیئے کی دم کی طرح ہوتی ہے۔ اوپر کی جانب چڑھتی، پھیلتی، اور کچھ وقت کے بعد گم ہوجاتی ہے، اس کا نام صبح کاذب ہے، اس کے بعد پھر صبح صادق پھوٹ پڑتی ہے۔ بس اس صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت ہے اس کھانے پینے کو سحور کہتے ہیں۔

پھر یاد رہے کہ روزہ نام ہے صبح صادق سے لے کر تا غروب آفتاب کھانے، پینے، اور جماع سے ــ نیک نیتی، ایمانداری اور خدا ترسی ــ کے ساتھ باز رہنے کا!

روزہ کی نیّت ضروری ہے

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

"حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے فجر سے قبل روزہ کی نیت نہ کی۔ تو اس کا روزہ نہیں ہے۔"

مُلاحظہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ روزہ دار کو رات سے ہی روزہ کی نیت کرلینی چاہیئے۔ کیونکہ بلا نیت روزہ درست نہیں ہوگا۔ اگرچہ علماء نے یہ کہا ہے کہ فَلَا صِيَامَ لَهٗ سے مراد یہ ہے، کہ کامل روزہ پورے درجہ کا نہیں ہوگا۔ ویسے فرضیت ساقط ہوجائے گی، لیکن

ہم کہتے ہیں۔ کہ حدیث میں آیا ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔" تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر موقوف ہے۔" یعنی ایک تو خالص نیت بغیر نمود و ریا کے ہونی چاہیئے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ ہر کام کے لئے بھی نیت ضرور ہونی چاہیئے۔ بغیر نیت کے عمل کا بار آور ہونا ایک بے معنی چیز ہے۔ اور پھر حدیث مذکور فَلَا صِیَامَ لَهٗ میں صاف الفاظ موجود ہیں۔ کہ بغیر نیت کے روزہ نہیں ہو گا۔ جب نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ روزہ بلا نیت نہیں ہوتا۔ تو ہمیں ڈرنا اور خوف کھانا چاہیئے۔ اور تاویلوں کے پیچھے پڑنے کی بجائے رات سے ہی روزہ کی نیت کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اور تمام گھر والوں، اور دوستوں کو تاکید کریں۔ کہ روزہ کے لئے رات کو نیت کر لیا کریں۔ یا کم از کم فجر سے قبل ہی قصد کر لیں۔

پھر ایک اور بات ضرور یاد رکھیں۔ کہ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ جب آپ کسی کام کا قصد، یا ارادہ کرتے ہیں۔ تو گویا آپ نے اس کام کی نیت کر لی۔ پھر یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ نیت کی عبارت بنا کر اس کو زبان سے بھی ادا کریں۔ جیسا کہ روزہ کی نیت عربی زبان میں بنائی ہوئی ہے۔ اور لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے، خبردار! آپ ہرگز ایسا نہ کریں۔ زبان سے کسی بھی نیت کو ادا نہ کریں۔ ذی علم، اور پڑھے لکھے لوگوں کو سوچنا چاہیئے۔ کہ جب نیت کے معنی ہیں۔ دل کا قصد، یا ارادہ، تو پھر اسے

زبان کی ساتھ چڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب تک قصد ارادہ اور نیت دل میں ہے۔ اس وقت تک نیت ہے۔ اور جب زبان سے نکالی گئی۔ تو پھر اس کو حسب بیان کہیں گے۔ یاد رکھیں! نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ اور دل ہی دل میں رکھنا چاہیئے۔ ہم نے اس بات پر اس لئے اتنا زور دیا ہے۔ کہ زبان سے نیت کا ادا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے سوا لاکھ صحابہؓ سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ اور دین کی جو چیز دین سے ثابت نہ ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تعامل صحابہؓ سے اس کا پتہ نہ چلے۔ اس کو (دین سمجھ کر) عمل میں لانا بدعت کا مرتکب ہونا ہے۔

رمضان کی سلامی کا روزہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ ۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابی ہریرہ رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی تم میں سے رمضان سے پہلے ایک دن کا۔ یا دو دن کا روزہ نہ رکھے۔

ملاحظہ۔ بعض لوگ رمضان سے متصل شعبان کے اخیر ایک یا دو دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ جس کو رمضان کی سلامی

کا روزہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روزہ سے منع کیا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کی سوموار یا جمعرات وغیرہ کو ہر ماہ روزہ نفل رکھنے کی عادت ہو۔ اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخ میں آجائے۔ تو ایسا شخص ایک ، یا دو روزے رکھ سکتا ہے۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں:۔

إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ۔ (متفق علیہ)

"مگر وہ شخص جس کی عادت ہو روزہ رکھنے کی ۔اسے چاہیئے کہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔ یعنی جو ہر ماہ کسی مخصوص دن کا روزہ رکھنے کا عادی ہو۔ اگر وہ دن رمضان کے متصل آجائے، تو اس دن کا روزہ رکھ سکتا ہے۔

افطارِ صوم

وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (متفق علیہ)

"حضرت سہلؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔ (بخاری مسلم)

وضاحت:۔ اس ارشاد پاک کا یہ مطلب ہے کہ غروب

آفتاب کے بعد روزہ کے افطار کرنے میں دیر نہ لگائیں۔ یعنی غروب کے بعد فوراً روزہ کھول لیں۔ افطار کے لئے غروب کی پہچان یہ ہے کہ مشرق (جہاں سے سورج نکلتا ہے) کی جانب سیاہی بلند ہو جائے اتنی بلند کہ صبح صادق کے مبدار تک پہنچ جائے۔ اور یہ شرط نہیں ہے۔ کہ سیاہی آسمان کے بیچوں بیچ پہنچے۔ اچھی طرح یاد رکھیں کہ جونہی مشرق میں سیاہی بلند ہو۔ فوراً —— اسی وقت روزہ افطار کریں۔

یہودی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ستارے خوب روشن ہو جاتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تاکید کی ہے، کہ وہ بعد غروب فوراً افطار کرلیں۔ یہودیوں کی طرح ہرگز تاخیر نہ کریں۔ افسوس شیعہ حضرات افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔ اور کافی اندھیرا ہونے پر روزہ کھولتے ہیں۔ ان کو اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بجائے تاخیر کے تعجیل کرنی چاہیئے۔ یعنی مشرق میں سیاہی نمودار ہوتے ہی روزہ ختم کر دینا چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے چون و چرا ایمان کی بربادی کا موجب ہے۔

روزہ میں تعجیل

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَ اَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَ

غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت آئے رات اس جگہ سے (یعنی جب مشرق کی طرف سیاہی بلند ہو) اور جائے دن اس جگہ سے (مغرب سے) اور غروب ہو جائے آفتاب، پس تحقیق افطار کیا روزہ دار نے۔"

نوٹ:۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جب مشرق کے مقام پر سیاہی بلند ہو جائے۔ اور آفتاب غروب ہو کر دن چلا جائے۔ تو روزہ دار نے افطار کر لیا۔ یعنی اگرچہ فی الوقت نہ کھائے، نہ پیئے۔ لیکن شریعت کے حکم سے وہ افطار کرنے والا ہو چکا۔ اسے چاہیئے۔ کہ اب مزید تاخیر قطعًا نہ کرے۔ وقت ہو چکنے پر بہ عجلت تمام روزہ ختم کر دے۔

ختم سے افطار میں تاخیر

ایک صاحب نے ہم سے بیان کیا۔ کہ ایک پیر صاحب نے افطار کے قریب وقت میں افطاری کی مشروبات اور ماکولات پر ختم پڑھنا شروع کرا دیا۔ روزہ کھل گیا۔ لیکن ختم جاری ہے۔ مسجد میں سب نمازی بیٹھے ہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ روزہ افطار کرے، پیر صاحب کا ختم اس وقت ختم ہوا جبکہ خاصا اندھیرا لیلائے شب کا پیغام لا چکا تھا۔ ہم نے اس "حادثہ" افطار کی تحقیق کی۔ تو بات درست نکلی۔ افسوس! ایسے پیروں پر کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی کوئی پروا نہیں، اپنا

دم خم قائم رکھنے کے لئے سنت کو نفس پر قربان کردیتے ہیں۔ نہ معلوم پھر ایسے لوگوں کو لوگ کیوں بزرگ سمجھتے ہیں۔

مسلمانو! ۔ گوش ہوش سے سنو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ (مشکوٰۃ)

جس امر میں خدا اور رسولؐ کی نافرمانی پائی جاتے، وہ بات مخلوق کی (خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو) نہیں ماننی چاہیئے۔"

اس لئے اگر ماں، باپ، بھائی، دوست، بڑا قریبی رشتہ دار، پیر مرشد، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور حدیث کے خلاف بات کرے، یا کتاب وسنت کے علی الرغم حکم دے تو ایسی بات یا حکم کو پائے استحقار سے ٹھکرا دینا چاہیئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں۔ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ (وقت ہونے پر، فی الفور افطار کرنے میں ہی لوگوں کی خیریت ہے، لیکن ایک پیر عمامہ وجبّہ کی لعیانی فضا میں لوگوں کو دانستہ تاخیر افطار کی نحوست سے دوچار کرتا ہے، اور یہودیوں کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ بھائیو! سنو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی یُؤَخِّرُوْنَ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

"ہمیشہ دین غالب رہے گا جب تک کہ لوگ جلدی کرینگے۔ افطار

کرنے میں (افطار میں تاخیر نہ کرو) کیونکہ یہودی اور عیسائی افطار میں دیر کرتے ہیں۔

روزہ طے کی ممانعت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَیُّكُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ (متفق علیہ)

"حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا طے کا روزہ رکھنے سے۔ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ طے کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کون ہے تم میں مانند میرے (روزہ طے رکھنے میں) تحقیق میں رات گزارتا ہوں (اس حال میں) کہ میرا پروردگار مجھے (روحانی غذا) ــ کھلاتا اور پلاتا ہے"۔ (بخاری مسلم)۔

وضاحت:- وصال فی الصوم یا روزہ طے وہ ہوتا ہے۔ کہ دو یا دو سے زیادہ روزے اس طرح رکھیں۔ کہ درمیان میں رات کو افطار نہ کریں۔ ایسے روزہ سے آپ نے منع کر دیا ہے، تاکہ کمزوری ضعف، اور ناطاقتی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ کمزوری اور ناطاقتی کے سبب انسان نہ تو دوسری عبادات بخوبی بجا لا سکتا ہے، اور نہ ہی محنت مشقت، اور معاشی ضروریات کے پورا کرنے کی ہمت رکھ سکتا ہے

یعنی وصال فی الصوم کے سبب انسان دین اور دنیا کے ضروری کاموں، اور ذمہ واریوں سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا —— رمضان المبارک کے روزہ سے جس میں سحور، اور افطار موجود ہے انسان شام کو کتنا نحیف و نزار، کمزور اور مضمحل سا ہو جاتا ہے چہ جائیکہ روزہ طے — جس میں متواتر دو تین دن تک افطار ندارد ہے۔ کس طرح دین و دنیا کے صبر آزما کاموں سے سبکدوش ہونے دے گا؟

مجھے خدا کھلاتا پلاتا ہے

ایک شخص حضور سے پوچھتا ہے، کہ آپ روزہ طے رکھتے ہیں۔ (اور ہمیں منع کرتے ہیں)، اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ (وصال فی الصوم کی عبادت میں) کون تم میں میرے مانند ہے؟ یعنی اس روزہ کی جانکاہ عبادت میں تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتے، کیونکہ بجائے حسّی افطار کے رات کو میرا پروردگار مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے، اس لئے میں روزہ طے رکھ سکتا ہوں۔ اور تم نہیں رکھ سکتے کیونکہ حسّی افطار کے بجائے خدا کے ہاں سے (میری طرح)، تمہیں کھانے پینے کا بالخاصہ شرف حاصل نہیں ہے۔

روحانی کھانا پینا

یہ جو حضور نے فرمایا۔ کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اس سے مراد روحانی غذا ہے۔ اور یہ روحانی غذا طاعت، عبادت، خضوع و

خشوع، عجز و رجوع، کثرت دعا، اور ذوق معرفت کے سبب حاصل ہوتی ہے، روحانیت کے اس بلند و بالا مقام کے سبب حضور غذائے حسّی سے استغنا بھی برت سکتے تھے۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ مجازی محبتوں، اور حسّی مسرّتوں کے سبب کئی بار بھوک پیاس نہیں لگتی ہے، تو حقیقی محبت، اور معنوی مسرت کے باعث کیا بھوک اور پیاس نہیں رک سکتی؟ — یہ مقامِ معرفت، اور درجۂ روحانیت صرف حضورؐ کو حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے آپ طے کا روزہ رکھ سکتے تھے۔ اور امت کے لوگ اس مقام پر قطعًا نہیں تھے۔ اس لئے دینی اور دنیاوی مصالح کی بنا پر انہیں روک دیا گیا۔ خوب یاد رکھیں۔ کہ عبودیت کے فلک العلےٰ پر صرف سیّد البشرؐ ہی کی رسائی تھی۔

کس چیز سے افطار کرے

وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ۔ (احمد۔ ترمذی)

" سلمان بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی تم میں سے

افطار کرے۔ تو افطار کرے کھجور پر۔ پس تحقیق کھجور برکت کا سبب ہے۔ پھر اگر کھجور نہ پائے۔ تو افطار کرے پانی پر بے شک پانی پاک کرنے والا ہے۔

وضاحت:- یہ جو فرمایا کہ کھجور پر افطار کرو۔ یہ استحباب کے لئے ہے۔ نہ کہ وجوب کے لئے۔ اور کھجور سے افطار کرنے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے۔ کہ خالی معدہ جو چیز کھائی جائے۔ وہ بہت جلد بدن میں اثر کرتی ہے۔ کھجور میٹھی اور مقوی ہوتی ہے۔ جب اس سے افطار کریں گے، تو اس کی شیرینی بہت جلد تمام قوئے اور اعضاء میں سرایت کر کے سارے بدن کو طاقت بخشے گی۔ اطباء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ شیرینی قوت باصرہ کے لئے بہت مفید ہے اور مقوی بدن بھی ہے۔ پس کھجور سے افطار کرنا سارے بدن کی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ پھر اگر کھجور نہ مل سکے۔ تو پانی سے افطار کرلیا جائے۔ کہ طہارت اور پاکیزگی پانی کی طرف منسوب ہے۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ۔ (شعب الایمان)

"زید بن خالد روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا۔

یا کسی غازی کا سامان درست کر دیا۔ تو اس کو مانند اسی (صائم و غازی) کے ثواب ملے گا:

وضاحت: جس شخص کے سامان خورد و نوش، یا اسلحہ مہیا کردہ سے غازی میدان جہاد میں جا کر لڑے گا، تو جتنا ثواب اس کو ہوگا۔ اتنا ہی سامان مہیا کر کے دینے والے کو ہوگا۔ اسی طرح جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرائے گا۔ تو بالکل پورے روزہ کا ثواب صائم کے مانند مفطر کو ملے گا۔ اور یہ یاد رہے کہ روزہ دار کے روزہ سے ثواب کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ خدا اپنے فضل سے روزہ افطار کرانے والے کو پورا پورا ثواب صائم کے برابر دے گا۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ ۔ (مشکوٰۃ)

"اور روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے مانند ثواب ہوگا۔ لیکن روزہ دار کا ثواب کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔"

دوسروں کی چیز سے افطار بعض لوگ دوسرے کی کھانے پینے کی چیز سے افطار کرنے سے گریز کرتے

(لہ حاشیہ صفحہ ۵۴): حضورؐ نے فرمایا جس نے (کسب حلال) سے روزہ دار کو افطار کرایا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور دوزخ سے نجات ہوگی، اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا، خدا اس کو حوض کوثر سے پلائے گا۔ کہ بہشت میں جانے تک اس کو پیاس نہ لگے گی۔ (مشکوٰۃ)

ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سارے دن کی محنت اور ثواب مفطر لے جائے گا ان کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ صائم کا ثواب (دوسرے کی چیز سے افطار کرنے پر) کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ پھر یہ خیال کرنا کہ میرا ثواب مفطر لے جائے گا، سراسر جہالت اور بخل پر مبنی ہے۔ بلکہ اگر دوسرے کی چیز سے افطار کرنے پر اُسے آپ کے روزہ کی مانند ثواب ملتا ہے۔ تو آپ کو خوش ہونا چاہیے، کہ آپ کے ذریعہ اس کو ثواب مل گیا۔

افطار روزہ کی دُعائیں

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ افطار کے وقت آپ (یہ دعا) پڑھتے تھے۔

پہلی دُعا ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ

پیاس گئی اور تر ہو گئیں رگیں

وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ (ابوداود)

اور ثابت ہوا ثواب اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے۔"

افطار کی دوسری دُعا

حضرت معاذ بن زہرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت (یہ دعا) پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی

یا الٰہی! میں نے خاص تیرے ہی لئے روزہ رکھا۔ اور

رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ (ابوداؤد)

تیرے ہی دیئے ہوئے رزق سے افطار کرتا ہوں"

(نوٹ):۔ دونوں دعاؤں میں سے جونسی چاہیں، پڑھ کر پھر بسم اللہ کہہ کر افطار کریں۔ اور اگر دونوں دعائیں پڑھ لیا کریں۔ تو بہت اچھا ہے۔

دعائے افطار میں زیادتی

عام مروجہ کتابوں میں حضورؐ کی فرمودہ دعا میں ذیل کے الفاظ زیادہ کئے ہوئے ہیں۔ اور یہی ملاوٹی دعا ہی لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے۔ حضورؐ کے الفاظ لَکَ صُمْتُ سے آگے وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ کے الفاظ بڑھا رکھے ہوئے ہیں۔ خدا جانے اس ملاوٹ سے ایسے لوگوں کو کیا حاصل ہوتا ہے، اگر کوئی کہے۔ کہ اس آمیزش کا مفہوم تو درست ہے، پھر کیا ہرج ہے، اس کے پڑھنے میں؟ کیا ہرج ہے؟ توبہ کرو! پھر توبہ کرو۔ کیا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی۔ کے صاحب حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم دعا کی تکمیل کرنا (معاذ اللہ) بھول گئے تھے۔ جو امت کے "سیونوں" نے کی ہے، خبردار!

"دودھ" سے "پانی" علیحدہ کرکے ۔ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۔ کے تجرع سے سیراب ہوں۔ پھر ہوش کے ناخن لو۔ اور رسولؐ خدا سے آگے نہ بڑھو۔

روزہ کی پاکیزگی اور طہارت

غیر مقبول روزہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (بخاری)

"حضرت ابی ہریرۃ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص نہ چھوڑے باطل بولنا، اور برا کام کرنا (روزہ رکھ کر) تو خدا تعالیٰ اس کے کھانے، اور پینے کے چھوڑنے کی کچھ پروا نہیں کرتا"

ملاحظہ:۔ باطل بولنا وہ کلام ہوتا ہے جس سے گناہ لازم آئے۔ جھوٹی گواہی دینا، افترا کرنا۔ غیبت کرنا۔ بہتان باندھنا۔ برا کہنا۔ گالی دینا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ وعدہ خلافی کرنا جھوٹ بولنا وغیرہ۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔

کہ جس روزہ دار نے، باطل بولنا اور بُرے کام کرنا جن سے اجتناب واجب ہے، نہ چھوڑے، تو خدا تعالیٰ اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ یعنے اس کے روزہ کی طرف التفات نہیں کرتا توجہ نہیں فرماتا۔ مہربانی اور عنایت کی نظر نہیں کرتا، غور کریں کہ جس روزہ کی طرف اللہ تعالیٰ توجہ نہ کرے، وہ روزہ کس کام کا ہوا۔ پھر ضروری ہوا کہ روزہ دار کھانے پینے کے ترک کے روزے کے ساتھ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور زبان کا روزہ بھی ضرور رکھے۔ سحری اور افطار قوت حلال سے ہو۔ نماز پنجگانہ، اور تراویح کا التزام رہے، پھر روزہ خدا کے فضل سے قبول ہوگا۔

روزہ نہیں فاقہ ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَاءُ۔ (دارمی)

"بہت روزہ دار ایسے ہیں۔ کہ ان کو ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

نوٹ: معلوم ہوا کہ روزہ دار کو بڑی احتیاط، اور پرہیز سے روزہ رکھنا چاہیئے۔ صائم کے تمام اعضاء اور قویٰ خدا کے حکم میں رہنے چاہئیں۔ اور یاد رہے۔ کہ جو روزہ دار کلام باطل، اور اعمالِ بد سے پرہیز نہیں کرتا۔ اس کا روزہ نہیں — فاقہ ہے!

رمضان کے ایک روزہ کا مرتبہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِ عَنْہُ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَاِنْ صَامَہٗ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

"حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص رمضان میں ایک روزہ بھی (قصدًا) چھوڑ دے۔ بغیر رخصت (شرعی) اور بدوں مرض کے۔ تو تمام عمر کا روزہ رکھنا (رمضان کے ایک چھوڑے ہوئے روزہ کا) بدلہ نہیں اتار سکتا"

(نوٹ) یعنی رمضان کے ایک روزہ کا ثواب اس قدر ہے کہ تمام عمر (بالفرض) اگر کوئی روزے رکھے، تو اس کے برابر (اجر) نہیں ہو سکتے مسلمانوں کو چاہیئے، کہ وہ رمضان المبارک کو غنیمت جانیں اور کبھی اس کا روزہ ترک نہ کریں، مبادا حشر کے میدان میں کفِ افسوس ملیں!

مسافر، مرضع، اور حاملہ کے متعلق

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكِ نِ الْکَعْبِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنِ

الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَ عَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

"انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز موقوف کر دی (یعنی سفر میں قصر) اور معاف کر دیا مسافر سے دودھ پلانے والی، اور حمل والی سے روزہ"

وضاحت:۔ مسافر سفر میں روزہ چھوڑ سکتا ہے، پھر جب مقیم ہو گا۔ تو قضا واجب ہے، اسی طرح دودھ پلانے والی، اور حاملہ کو بھی روزہ معاف ہے۔ ہاں عذر کے بعد قضا لازم ہے۔

سبحان اللہ! دین کتنا آسان اور بنی نوع انسان کے مصالح کا نگران ہے۔ کہ دودھ پلانے والی کے بچہ، اور حاملہ کے جنین تک کی حفاظت مدنظر ہے، اور خدا کا روزہ کے متعلق یہ فرمانا کس قدر سچ ہے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ (روزہ کی فرضیت کے بارے میں) آسانی کا ارادہ کرتا ہے، اور تم پر سختی نہیں چاہتا"

سفر میں روزہ

وَعَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَجِدُ لِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ

اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔ (مسلم)

" حمزہ بن عمرو اسلمی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت پاتا ہوں، پھر کیا مجھ پر (سفر میں روزہ رکھنے پر) گناہ ہے! حضورؐ نے فرمایا۔ یہ (سفر میں افطار) اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے رخصت ہے، پھر جس نے یہ رخصت (قبول کر) لی، تو اس نے اچھا کیا۔ اور جو شخص روزہ رکھنا چاہے۔ اس پر گناہ نہیں "

سفر میں افطار کو ترجیح

اس حدیث بالا سے ثابت ہوا اگر کوئی شخص سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت اور سہولت پاتا ہو۔ تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے لیکن خدا کی رخصت کو قبول کرتے ہوئے سفر میں افطار ہی اچھا ہے۔ بلکہ افضل ہے، حضورؐ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

سفر میں افطار خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے رخصت ہے، پھر جس نے اس رخصت کو قبول کر لیا۔ اس نے اچھا کیا۔ اور جو شخص روزہ رکھنا چاہے اس پر گناہ نہیں۔ گویا افطار کو روزہ پر فضیلت اور ترجیح ہوئی۔

سفر میں روزہ نیکی نہیں

صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ حضورؐ نے دیکھا کہ ایک مجمع ہے۔ جہاں ایک آدمی پر اُسے دھوپ سے بچانے کے لئے سایہ کر رکھا ہے۔ حضرت انورؐ نے وجہ دریافت کی۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ یہ روزہ دار ہے (اور شدتِ ضعف کے سبب گر پڑا ہے)۔ اس پر جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔ (بخاری)

"سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"

صائم فی السفر کا افطار

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهُ بَعْدَ ذَالِكَ إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولَئِكَ الْعُصَاةُ أُولَئِكَ الْعُصَاةُ۔ (رواہ مسلم)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں فتح مکہ کے سال، مکہ مکرمہ کو تشریف لے گئے۔ پس روزہ رکھا آپ نے، حتیٰ کہ کراع الغمیم (ایک جگہ کا نام ہے)

پہنچے۔ اور لوگوں نے (بھی سفر میں) روزہ رکھا۔ پھر حضورؐ نے ایک پانی کا پیالہ منگوایا۔ اس کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے اس کو دیکھا۔ پھر حضورؐ نے (سفر میں بحالتِ روزہ) پانی پیا۔ (یعنی روزہ افطار کر ڈالا)۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ (حضورؐ!) بعض آدمیوں نے روزہ قائم رکھا ہے۔ (یعنی آپکی پیروی میں افطار نہیں کیا)۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ پکّے گنہگار ہیں۔ یہ پکّے گنہگار ہیں۔!

(نوٹ) کیوں فرمایا کہ یہ پکّے گنہگار ہیں؟ اس لئے کہ انہوں نے اتباع سنت میں خدا کی رخصت کو قبول نہیں کیا۔ اس حدیث میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو سبق دیا ہے۔ کہ اگر کوئی سفر میں اپنی طاقت اور آسائش کے پیش نظر روزہ رکھ لے اور پھر ضعف اور نقاہت کے بسبب اسے نباہ نہ سکے۔ تو افطار کر دے۔

یاد رہے! کہ اگر سفر میں روزہ سے ضرر کا اندیشہ ہو، یا کسی صورت میں جان کا خطرہ ہو تو پھر قطعًا روزہ نہ رکھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے ابن ماجہ میں روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ۔

"روزہ رکھنے والا سفر میں (جبکہ ضرر کا اندیشہ اور ہلاکت کا خوف ہو)۔ مانند افطار کرنے والے کے ہے حضر (گھر) میں"

روزہ توڑنے کا کفارہ

یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے، اور وظیفہ زوجیت (COPULATION) سے باز رہنے کا نام روزہ ہے۔ جو شخص روزہ رکھ کر ان میں سے کسی فعل کا جان بوجھ کر مرتکب ہوگا۔ تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

پھر اس کا کفارہ ظہار[1] کے کفارہ کی طرح ہے۔ یعنی ایک غلام آزاد کرے، اگر یہ نہ کر سکے۔ تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے، راگر اٹھاون رکھ کر ایک چھوڑ دے گا۔ تو پھر سرے سے شروع کرنے ہوں گے) اور اگر روزوں کی طاقت نہ ہو۔ تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ (مشکوٰۃ باب تنزیہ الصوم)

بھولے سے کھانا پینا

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ وَ هُوَ صَائِمٌ فَاَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَ سَقَاهُ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ

[1] اپنی بیوی کو ماں کہنا ظہار کہلاتا ہے، پھر جب تک کفارہ نہ دے لے اس وقت تک مس حرام ہے۔ ہاں نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (صادق)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص روزہ دار بھول کر کچھ، کھا پی لے۔ پس چاہیئے کہ پورا کرے روزہ اپنا (اس کا روزہ نہیں ٹوٹا)۔ کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

روزہ میں سُرمہ لگانا

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ (حضورؐ!) میری آنکھیں دکھتی ہیں۔ أَفَأَكْتَحِلُ وَأَنَا صَائِمٌ کیا سرمہ لگا سکتا ہوں۔ اور میں روزہ دار ہوں؟ قَالَ نَعَمْ۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں!" (ترمذی)

نوٹ:۔ معلوم ہوا۔ کہ روزہ کی حالت میں آنکھوں میں سُرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

روزہ میں مسواک

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَا أُحْصِيْ يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (ترمذی)

"عامر بن ربیعہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ اس قدر مسواک کرتے تھے۔ کہ میں گن نہیں سکتا تھا۔

شدتِ روزہ میں تبرید

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی بیان کرتا ہے۔

لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِّنَ الْعَطَشِ اَوْ مِنَ الْحَرِّ۔ (رواہ مالک وابوداؤد)

"میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا عرج کے مقام پر۔ کہ بحالتِ روزہ اپنے سر پر پانی ڈالتے تھے، پیاس یا گرمی دفع کرنے کے لیے۔"

نوٹ:۔ امت کے لئے آسانیاں پیدا کرنے والے **نبیٔ رحمت**ؐ کی اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ شدت کی گرمی، اور عضب کی پیاس رفع کرنے کے لئے اگر روزہ دار اپنے بدن اور سر پر ٹھنڈا پانی بکثرت ڈالے، تو روزہ میں کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا۔ مکروہ تک نہیں ہوتا۔

اسی طرح:۔

۱۔ اگر قے خود بخود آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ترمذی)

۲۔ اگر صائم کو احتلام ہوجائے، تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ترمذی)

۳۔ جو شخص (حلق میں انگلی ڈال کر) قے لائے، اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ قضا کرے۔ (ترمذی)

۴۔ رفیقۂ حیات کی تقبیل (KISSING) سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔" (مشکوٰۃ)

شیخ فانی کے روزہ کا مسئلہ

شیخ فانی اس بوڑھے پھوس کو کہتے ہیں۔ جو اپنے انتہائی ضعف و عجز کے باعث فی الحال روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور یوماً فیوماً اس کی کمزوری، اور ناتوانی بڑھتی چلی جائے۔ حتیٰ کہ روزہ رکھنے سے ناامید ہو۔ ایسے شیخ فانی، اور بوڑھیا فانیہ کو روزہ معاف، اور فدیہ لازم ہے۔ کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یاد رہے۔ کہ اس پر روزہ کی قضا واجب نہیں ہے۔ (الروضۃ الندیہ)

حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں۔ ضعیف اور کمزور آدمی اور حاملہ عورت کے حق میں جن میں روزہ رکھنے کی طاقت باقی نہ رہی ہو۔ یا روزہ رکھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ فدیہ کا حکم ہے۔ (ابوداؤد)

حیض و نفاس والی عورتوں کے روزہ کا مسئلہ

حیض اور نفاس والی عورتیں اپنے معتاد ایام میں روزہ نہ رکھیں۔ ہاں جتنے روزے رہ جائیں۔ غیر رمضان میں قضا کریں۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا گیا۔ کیا حال ہے عورت حائضہ کا کہ قضا کرتی ہے روزہ، اور نہیں قضا کرتی نماز؟ ــ فرمایا حضرت

عائشہ رضؓ نے ،کہ ہوتیں ہم حیض سے حضورؐ کے زمانے میں ۔ پھر حکم کی جاتی تھیں۔ ہم ساتھ قضا روزے کے ، اور نہ حکم کی جاتی تھیں ہم ساتھ قضا نماز کے۔" (صحیح مسلم)

نوٹ :- یعنی عورتیں حیض میں نہ روزہ رکھیں ، اور نہ نماز پڑھیں البتہ روزہ کی قضا کریں ۔ اور نماز کی قضا نہ کریں ۔ یہی حکم نفاس والی عورت کا ہے ۔کہ وہ نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے ۔ پاک ہو کر روزوں کی قضا کرے ، اور نماز کی نہ کرے ۔ اکثر مدت نفاس کی بلوغ المرام میں چالیس روز ہے ، اگر چالیس روز سے زیادہ عرصہ خون جاری رہے ، تو پھر وہ نفاس نہیں ۔ استحاضہ ہے ، اور استحاضہ میں نماز روزہ فرض ہے۔

رمضان کی راتیں حلال ہیں

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۔ کے قرآنی ارشاد سے غروبِ آفتاب سے لے کر صبح صادق تک رمضان کی راتیں میاں بیوی کے لئے حلال ہیں ۔

عیدین کے روزہ کی حرمت

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے ، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ۔ عید الاضحٰے اور عید الفطر۔" (صحیح مسلم)

ایام تشریق میں روزہ کی حرمت

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یوم نحر (عید الاضحیٰ) اور ایام تشریق مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔ اور کھانے پینے کے دن ہیں۔ (ابوداؤد)

نوٹ:۔ ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ تاریخ کو کہتے ہیں۔ ان دنوں میں بھی عیدین کے مانند روزہ رکھنا حرام ہے۔

نفلی روزے

رمضان شریف کے روزے فرض ہیں۔ ان کا تارک بلاعذر سخت گنہ گار، اور جہنمی ہے، جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ رمضان کے علاوہ اپنی خوشی سے روزہ رکھنا۔ نفلی روزہ کہلاتا ہے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی رکھے ہیں۔ یہ روزے بھی انسان کی رُوحانی اصلاح کرنے، اور بڑے ثواب کا موجب ہیں، جو شخص نفل روزے رکھنا چاہے۔ اس کو رحمتِ دو عالم کی سنت کے مطابق مسنون ایام ہی میں رکھنے چاہئیں۔ کسی دن کی فضیلت، اور بزرگی صرف شارع علیہ السلام کے بتانے ہی سے مانی جا سکتی ہے۔

امت میں سے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ اپنی مرضی سے جس دن کو چاہے بزرگ کہہ دے۔ اور پھر اس دن کے روزہ کا اعلان کر دے۔ اور روزہ کی فضیلت بزرگی اور کثرتِ ثواب بیان کرنا شروع کر دے۔ کیوں کہ ایام و احیان کی بزرگی اور مقبولیت کا پتہ ۔ اور ثواب کے وعدے دینا صرف پیغمبر کا کام ہی ہوتا ہے۔ امتی اگر شریعت بنانے لگے۔ تو وہ پیغمبر کے مقام کو چھیننا چاہتا ہے۔ اب ہم ان نفلی روزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوائے رمضان کے رکھتے تھے۔ آپ فراوانیٔ ثواب، اور بلندیٔ درجات کے لیے ان مسنون روزوں کو رکھا کریں۔ کہ حضور انورؐ کے عمل نے ان کی ٹکسالیت پر مہر ثبت کر دی ہے۔

شوال کے چھ روزے

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔ (رواہ مسلم)

"ابو ایوب انصاری رضؓ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حدیث کو راوی (عمرو بن ثابت) سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے روزے رکھے رمضان

کے پھر اس کے پیچھے روزے رکھے چھ شوال کے مہینے کے، ہوگا وہ شخص مانند ہمیشہ روزہ رکھنے کے۔"

نوٹ:۔ صیام الدھر کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو رمضان کے مہینہ کے روزے رکھ کر ماہ شوال کے چھ روزے رکھے گا تو اس کو سال بھر روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ گویا اس نے سوائے رمضان کے گیارہ ماہ کے روزے رکھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق شوال کے روزے رکھنے کا لطف آگیا۔ کہ آپ کا وعدہ ثواب اتنا ہی یقینی ہے جتنا کہ آپ کا پیغمبر ہونا یقینی ہے۔ بدعتوں کی تقریبوں پر روزوں کی بھینٹ چڑھانے والوں کو مسنونیت کی شمع کا پروانہ بننا چاہیئے۔

ایامِ بیض کے روزے

حضرت ابی ذر رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے ابوذر رض! جب تو مہینہ سے تین روزے رکھنے چاہے۔ تو تیرھویں۔ چودھویں اور پندرھویں (تاریخ کو) روزہ رکھ۔" (ترمذی۔ نسائی)

نوٹ:۔ مہینے کے یہ تین روزے کئی تاریخوں کو رکھنے آئے ہیں۔ لیکن یہ تاریخیں سب سے افضل ہیں۔ جو شخص اپنے روح کی اصلاح چاہے، سینے کی صفائی کا خواہاں ہو۔ اسے چاہیئے کہ ہر ماہ

کی ۱۳-۱۴-۱۵-کو روزہ رکھا کرے حضور انورؐ بالعموم ایام بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ اَيَّامِ الْبِيْضِ۔ (نسائی) حضرت انورؐ ایام بیض میں افطار نہیں کرتے تھے۔

ملاحظہ:۔ ایام بیض سے مراد چاندنی راتوں کے دن ہیں۔ یعنے تیرھویں، چودھویں، اور پندرھویں، بیض صفت ہے لیالی (راتوں) کی کہ ان راتوں میں چاندنی شروع سے اخیر تک رہتی ہے یا ایام موصوف ہے بیض کا۔ پھر اس صورت میں مطلب یہ ہوا۔ کہ ان دنوں کے روزے ایک وہ نور ہے۔ جو گناہوں کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔ بہرحال ہر ماہ کے یہ تین روزے مسنون ہیں۔ نفلی روزے رکھنے والوں کو ہر ماہ ان تین روزوں کی روشنی سے ظلمت خانۂ دل کو نور سے معمور کرنا چاہیئے۔

یوم عرفہ کا روزہ

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ يَصُوْمُ يَوْمَ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ۔ (مسلم)

"جو کوئی روزہ رکھیگا دن عرفہ کا امید کرتا ہوں خدا تعالےٰ سے۔ کہ جھاڑ دے اسکے گناہ ایک سال گزشتہ کے اور ایک سال آیندہ کے"

نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کو

روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے۔ ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال بعد کے، یہ ہے یوم عرفہ کے روزہ کا اجر۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، مسلمانوں کو یہ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے ہر سال یومِ حج کو یہ روزہ رکھنا چاہیئے۔

معراج کے روزہ کی ایجاد

اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں، کہ کسی امر کے متعلق ثواب کا وعدہ دینا پیغمبر کا کام ہوتا ہے، کسی امتی کا ہرگز یہ منصب نہیں ہوتا۔ واقعہ معراج بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان، اور لامثال معجزہ ہے، آپؐ کے مرتبہ کی انتہائی بلندی ہے۔ کہ جس کے صعود و عروج کا کسی کو خواب بھی نہیں آسکتا، لیکن بعض مولویوں کا بے حساب ثواب بتا کر معراج کے دن لوگوں کو روزہ رکھانا کہاں سے نکلا؟ معراج پانے والے نبیؐ نے معراج کا روزہ رکھا؟ رکھنے کو کہا؟ ۔ نہیں! ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ روزہ رکھا۔ یا رکھایا؟ ۔ قطعاً نہیں! ۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت

لہ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں، کہ ہم حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ان کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد) ۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ عرفات میں عرفہ کا روزہ حاجی کو نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کی مشقت کے سبب وہاں عبادات بجا لانے میں ہرج واقعہ ہوتا ہے۔ (صادق)

علی رضؓ کے علاوہ سوا لاکھ صحابہؓ میں سے کسی نے یہ روزہ رکھا؟ یا لوگوں کو ثواب کا وعدہ دے کر رکھنے کو کہا؟ بالکل نہیں۔ حضرت امام اعظم رحؒ، امام شافعی رحؒ، امام مالک رحؒ۔ امام احمدؒ نے کہیں معراج کے روزہ کا ذکر کیا ہے؟ کہیں نہیں! جب کسی نے بھی معراج کے روزہ کا اجر، اور ثواب بیان نہیں کیا۔ تو آج کل کے بعض علماء کو کس نے رسالت کی گدی پر بیٹھایا ہے ـــ کہ وہ لوگوں کے لئے معراج کا روزہ ایجاد کر کے انہیں اس روزے کے ثواب کا وعدہ دیتے ہیں۔ مسلمان بھائیو۔ غور کرو۔ کہ اسلام حضورِ انورؐ کی حیاتِ پاک میں مکمل ہو چکا تھا۔ گناہ اور ثواب حلال اور حرام، جائز اور ناجائز ـــ تمام کاموں کی فہرست بن چکی ہے، امت میں سے کسی شخص کو یہ اختیار نہیں۔ کہ اس فہرست میں کمی یا بیشی کرے۔ آپ جو مسئلہ بھی کسی سے سنیں، تحقیق کریں۔ کہ کیا خدا یا اس کے رسول پاکؐ نے فرمایا ہے؟ اگر فرمایا ہے۔ تو ہزار جان سے اس پر عمل کریں۔ اور اگر کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو۔ تو کسی کے سبز باغ دکھانے پر ـــ کسی موہوم چنار کے سایہ میں آرام پانے کی توقع نہ کریں۔

اگر آپ نے نفلی روزوں کے سکوں سے رضائے الٰہی کی جنس خریدنی ہے، تو ٹکسالِ رسالت میں ڈھلے ہوئے "دینار" آپ کو بکثرت مل سکتے ہیں۔ آپ صدق دل سے عبادت وطاعت

کے خرمنوں کا سودا کرنے والے بنیں۔

دار الضرب ختمی مرتبت کی سنہری مہروں کا ڈھیر خزانۂ احادیث میں موجود ہے۔ بھائیو! جس بات کو بھی دین سمجھ کر، کارِ ثواب جان کر عمل میں لانا چاہو، غور کر لو۔ کہ کیا واقعی سے

نَقْدٌ عَلَيْهِ سِكَّةٌ نَبَوِيَّةٌ

ضَرْبٌ بِالْمَدِينَةِ أَشْرَفِ الْبُلْدَانِ

یومِ عاشورہ کا روزہ

حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو آپؐ نے یہود کو یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپؐ نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح دی۔ ہم اس کی تعظیم کی خاطر یہ روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ موسےٰ علیہ السلام سے ہمیں تمہاری بہ نسبت زیادہ علاقہ ہے۔ پھر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم فرما دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابی قتادہ رضہ سے ایک روایت صحیح مسلم میں ہے، جس میں حضورؐ نے فرمایا۔ جو شخص عاشورہ کے دن (دسویں

محرّم) روزہ رکھے گا۔ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ اس روزہ دار کے ایک برس کے گناہ بخش دے گا۔"

ملاحظہ:- یومِ عاشورہ کی بزرگی اور فضیلت جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ یہ رمضان کے فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ جب رمضان شریف کے روزے فرض ہو گئے۔ تو پھر حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی توجہ رمضان المبارک کی طرف زیادہ دلائی۔ اور یومِ عاشورہ کے متعلق روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دے دیا۔ گویا بعد رمضان اس روزہ کی اہمیت (خدا کے حکم سے) کم کر دی۔

حضرت جابر بن سمرہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ ہم کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ اور نگرانی رکھتے تھے، لیکن جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے، تو پھر حضورؐ نے ہم کو (اس دن روزہ رکھنے کا) نہ تو حکم دیا۔ اور نہ منع فرمایا اور نہ اس کی نگہداشت کی۔ (صحیح مسلم)

صحیح مسلم میں یہ بھی موجود ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رض نے حضرت اشعث کو (عاشورہ کی حقیقت بتاتے ہوئے) کہا، کہ ماہِ رمضان میں (فرضی) روزے رکھنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھتے

تھے۔ لیکن جب ماہ رمضان کی فرضیت نازل ہو گئی۔ تو حضورؐ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم)

شوہر کی اجازت سے روزہ

حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت کا شوہر اس کے پاس موجود ہو۔ اس کو رمضان شریف کے علاوہ نفل روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھنا چاہیئے۔ (ابوداؤد)

میاں بیوی کا جھگڑا دربارِ رسالت میں

حضرت ابوسعید رضؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت ہم حضورؐ کی خدمت میں موجود تھے، اس عورت نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! جب میں نماز پڑھتی ہوں۔ تو میرا شوہر (صفوان بن معطل) مجھے مارتا ہے، اور جب نفلی روزہ رکھتی ہوں، تو وہ میرا روزہ تڑوا دیتا ہے، اور وہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے کبھی نہیں پڑھتا۔ (یعنی سورج نکلے پڑھتا ہے)۔

صفوان بن معطل رضؓ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ تمہاری بیوی کیا کہہ رہی ہے؟۔ صفوان رضؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! نماز پڑھنے پر

جو میں اس کو مارتا ہوں۔ تو اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ میں باہر سے بھوکا آتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ میری بیوی جلد روٹی پکا کر دے۔ لیکن (وہ نماز میں دو سورتیں پڑھا کرتی ہے۔ دیعنے نماز لمبی کر دیتی ہے)۔ میں نے اس کو منع کیا۔ مگر وہ نہیں مانتی اسلئے میں اس کو مارتا ہوں۔ اس پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر ایک سورت ہی پڑھ لی جائے، تو لوگوں کو کافی ہے۔

اور روزہ تڑوانے کے متعلق یہ عرض ہے، کہ وہ برابر (نفلی) روزے رکھے چلی جاتی ہے۔ اور میں جوان آدمی ہوں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اس پر حضرتِ انورؐ نے فرمایا:۔

"کوئی عورت نفلی روزہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے"

اور طلوعِ آفتاب سے پہلے نماز نہ پڑھنے کی حقیقت یہ ہے۔ کہ میں ایک محنتی (مزدور) آدمی ہوں جس کو سب لوگ جانتے ہیں۔ (صفوان رات بھر کھیتوں کو پانی دیا کرتے تھے)۔ اس لیے (تھکا ماندہ ہونے کی وجہ سے) سورج نکلنے سے پہلے آنکھ نہیں کھلتی۔ اس پر رحمتِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا۔

"جب تمہاری آنکھ کھلے۔ تو نماز پڑھ لیا کرو"

(ابوداؤد)

نفلی روزہ کے متفرق مسائل

۱۔ صرف جمعہ کا اکیلا روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اگر جمعہ کا (نفلی) روزہ رکھنا ہو۔ تو ایک روزہ پہلا یا پچھلا یعنے جمعرات یا ہفتہ کا ساتھ ملا کر رکھ سکتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۲۔ صرف ہفتہ کا روزہ جائز نہیں۔ ہاں اتوار کا ملا کر رکھ سکتے ہیں۔ (ترمذی)

۳۔ حضور انورؐ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ ان دنوں میں اعمال خدا کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ حضور پرنورؐ فرماتے ہیں۔ کہ جو اللہ کی راہ میں ایک روزہ (نفل مسنون) رکھے گا۔ خدا اس کو دوزخ سے ستر برس کی راہ دور ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ)

۵۔ حضرت انورؐ نے فرمایا۔ جو خدا کی رضامندی کے لئے ایک دن (مسنون) روزہ رکھتا ہے۔ خدا اس کے اور دوزخ کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے گا۔ جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔" (مشکوٰۃ)

۶۔ حضرت اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے ایک روزہ رکھتا ہے، خدا اس کو

دوزخ سے اتنی دوری پر ڈال دے گا۔ جتنا کہ کوّے کا بچہ پیدائش کے وقت سے لیکر بوڑھا ہو کر مرنے تک اڑتا رہے؛ (مشکوٰۃ)

۷۔ بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھنے والے کو لؤلؤ اور یاقوت کا ایک مکان بہشت میں دیا جائے گا۔ (طبرانی)

۸۔ نفلی روزوں کے لئے صبح صادق سے پہلے نیت ضروری نہیں۔ دن میں ہر وقت نیت کر سکتے ہیں۔ (مسلم)

۹۔ نفلی روزہ رکھ کر دن میں جب چاہیں۔ افطار کر سکتے ہیں، کوئی کفارہ نہیں۔ اور نہ ہی قضا ضروری ہے۔ (ترمذی)

۱۰۔ اگر نفلی روزہ دار کو کوئی دعوت دے۔ تو روزہ افطار کرسکتا ہے، یا یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ میں روزہ دار ہوں۔ (مسلم)

۱۱۔ ماہ رجب میں کوئی خاص فضیلت والے روزے شریعت سے ثابت نہیں۔

۱۲۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ قُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا یَوْمَهَا۔ "پندرھویں شعبان کی رات کو قیام کرو۔ اور اس کے دن (۱۵ شعبان کا) روزہ رکھو۔ (مشکوٰۃ)

۱۳۔ لکھی اور ہزاری روزہ ایجاد بندہ ہے۔ امت کے "سپوتوں" نے گھر سے ثواب کے وعدے دے کر شریعت سازی کی ہے۔

۱۴۔ جس شخص نے روزہ مانا ہوا ہو۔ اگر وہ فوت ہو جائے

تو اس کے ولی کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ نذر کا ایفاء واجب ہے۔ (بخاری)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے خدا کے رسول ﷺ! میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ مگر اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اس پر قرض ہوتا۔ تو تم اس کی طرف سے ادا کرتے یا نہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ خدا کا قرض (نذر) بھی ادا کرو۔ کیونکہ خدا کا قرض ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے۔ (بخاری)

اس ارشاد نبوی ﷺ سے جہاں نذر کا ایفاء واجب ثابت ہوا۔ وہاں یہ بھی مہر نیمروز کی طرح روشن ہوا۔ کہ نذر (نیاز) اللہ کی عبادت ہے۔ جو صرف اللہ ہی کے لئے ثابت ہے، جو شخص غیر اللہ کے لئے نذر نیاز مانتا ہے۔ وہ غیر اللہ کی پرستش اور عبادت کرتا ہے۔ اور وہ بلا ریب شرک ہے۔

نماز تراویح

تراویح کی فضیلت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً

وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا۔ (مشکوٰۃ)

"خدا تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں۔

اور قیام رمضان (تراویح) نفل قرار دیا ہے"

نوٹ:- جو عبادت سوائے فرض کے ہے۔ وہ نفل ہے۔ پس رمضان کے روزے فرض ہوئے اور تراویح نفل عبادت ہوتی۔ حضور انور یہ نفل عبادت (تراویح) بڑے اہتمام اور ذوق سے بجا لاتے رہے اس لئے امت کے لیے تراویح سنت ہوئی۔

پھر آپ نے فرمایا:- مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (بخاری)

"جس نے قیام رمضان کیا (یعنے تراویح پڑھتا رہا)۔ ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے، تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

رسولِ خدا نے تراویح پڑھائی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں تشریف لے جا کر نماز پڑھی، کچھ مقتدیوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ صبح ایک کو دوسرے سے خبر ملی۔ کہ آج رسولِ خدا نے نماز باجماعت پڑھائی ہے، تو دوسری رات بہت لوگ جمع ہو گئے۔ سب نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ پھر صبح آپس میں اس کا تذکرہ ہوا۔ تو تیسری رات بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اور سب نے حضور کے

پیچھے نماز پڑھی - جب چوتھی رات ہوئی - تو اتنی کثرت سے لوگ آگئے - کہ مسجد میں گنجائش نہ رہی - لیکن (اب کی) حضورؐ نے نماز نہ پڑھائی - لوگ صبح تک انتظار میں رہے، صبح کے وقت آپؐ آئے - نماز فجر پڑھائی - پھر خطبہ دیا - اور تشہد پڑھ کر ارشاد فرمایا :-

اَمَّا بَعْدُ!- فَاِنَّهٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَصَلُّوْا اَیُّهَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ - (بخاری شریف)

"تمہارا یہاں جمع ہونا مجھ سے پوشیدہ نہیں تھا - (یعنے رات بھر میں پس پردہ تمہاری حاضری دیکھتا رہا ہوں - لیکن میں اس ڈر سے نہ نکلا کہ کہیں (یہ قیام رمضان یعنی نماز تراویح) تم پر فرض نہ ہو جائے - پھر تم اس کے ادا کرنے سے قاصر رہو - لوگو! (سنو!) تم اس نماز کو اپنے گھروں میں ہی پڑھ لیا کرو"

نوٹ :- اس حدیث سے ثابت ہوا - کہ حضورؐ نے نماز تراویح باجماعت ادا کی، اور جماعت سے ادا کرنا آپ کی سنت ہوئی -

تراویح رسول اللہ کی سُنت ہے

بعض دین کا سطحی علم رکھنے والے کہتے ہیں، کہ یہ جو مساجد میں رمضان کے اندر تراویح باجماعت پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے - اسے مولویوں نے از خود جاری کر رکھا ہے - دراصل نماز

تہجد ہی ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں وہی پڑھنی چاہیئے مساجد میں اس التزام کے ساتھ تراویح کا پڑھنا حضورؐ سے ثابت نہیں۔ آپؐ نے تہجد ہی پڑھی ہے۔ تراویح نہیں۔

اس کے جواب میں گزارش ہے۔ کہ وہی تہجد جو گیارہ مہینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ رمضان میں اسے ہی تراویح (قیام رمضان) کی صورت میں ادا فرماتے تھے۔ یعنی وہی تہجد رمضان میں تراویح بن جاتی تھی۔ اور آپ تراویح پڑھ کر پھر تہجد نہیں پڑھتے تھے۔ غیر رمضان میں سونے کے بعد اٹھ کر پڑھتے۔ تو وہ نماز تہجد کہلاتی تھی۔ اور رمضان میں وہی نماز سونے سے پہلے پڑھ لیتے۔ تو اسے تراویح کہتے تھے۔ رمضان میں تہجد اور تراویح کے امتیاز کو ہم واضح کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام کے سامنے حقیقت بے نقاب ہو جائے۔

حضرت ابی ذر رضؓ سے ایک روایت ابوداوٗد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں آئی ہے۔ حضرت ابی ذرؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہِ رمضان کے روزے رکھے، ایک رات حضورؐ نے ہمارے ساتھ تہائی رات تک قیام کیا۔ (یعنی تراویح پڑھائی)، پھر ایک رات نصف شب تک قیام کیا۔ پھر ایک رات حضورؐ نے اپنے اہل کو اپنی عورتوں اور سب لوگوں کو جمع کیا۔ اور ہمارے ساتھ (راتنا دراز) قیام کیا۔ حتیٰ خشینا

ان یفوتنا الفلاح - کہ ہمیں فلاح (سحری کا کھانا) کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو گیا"

بخاری اور مسلم میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ حضورؐ نے رمضان میں کچھ راتیں لوگوں کو نماز (تراویح) پڑھائی - پھر (ایک رات) بہت لوگ جمع ہوئے۔ اور حضورؐ حجرہ سے باہر نکلے۔ پھر فرمایا :-

ماذال بکم الذی رایت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم۔

"تمہاری نماز (تراویح) باجماعت پڑھنے کی شدت حرص کے التزام سے میں نے تم پر اس کے فرض ہو جانے کا خوف کیا۔ پس تم یہ (تراویح) اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو"

صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ حضورؐ نے جو ان تین راتوں میں نماز پڑھی۔ وتر بھی ساتھ ہی پڑھے تھے۔

ان احادیث سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی۔ کہ نماز تراویح باجماعت مسجد میں پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، دوسری بات یہ روشن ہوئی۔ کہ نماز تراویح میں جب آپؐ نے تہائی رات، نصف رات اور قریبًا صبح تک قیام فرمایا۔ تو لامحالہ حضورؐ نے تراویح پڑھ کر تہجد نہیں پڑھی - اور پھر حضورؐ کا وتروں کو تراویح کے ساتھ ہی پڑھ لینا اس بات کا بیّن ثبوت

ہے۔ کہ آپؐ نے وتر بھی دوبارہ نہیں پڑھے۔ کیونکہ حضورؐ خود فرماتے ہیں۔ کہ لَاوِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ۔ (ابوداؤد) ایک رات میں وتر دوبار پڑھنے ناجائز ہیں۔ (کیونکہ وتر دوبار پڑھنے سے شفع بن کر ٹوٹ جاتے ہیں) اور پھر یہ بات ثابت بھی نہیں۔ کہ حضورؐ نے تراویح پڑھا کر گھر جا کر کوئی نماز تہجد اور وتر وغیرہ پڑھی ہو۔

تراویح کا طویل قیام

جب حضورؐ کی نماز تراویح کا طویل قیام دراز رکوع، مطمئن قومہ، معراج آشنا سجدہ، ایمان افروز جلسہ، اور تکلم فرما قعدہ، صحابہؓ کو تقریباً تمام رات بارگاہِ لم یزل کی حاضری کا شرف بخشتے تھے۔ تو وہ تہجد کے لئے کون سا وقت نکالتے تھے؟ یاد رہے۔ کہ قیام لیل کے قائم مقام — قیام رمضان — کی اس صورت میں تہجد کی تمام برکتیں اور نعمتیں بہتات، اور افراط کے ساتھ ان شب زندہ داروں کو حاصل تھیں۔

سائب بن یزید کی ایک غیر مجروح روایت موطأ امام مالک میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب، اور تمیم داری کو حکم دیا۔ کہ وہ لوگوں کو رمضان میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائیں، اسی روایت میں صحابہؓ کی نماز تراویح (قیام رمضان)، کی یہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ قیام اتنا دراز ہوتا تھا۔ کہ لوگوں کو عصا پر سہارا لینا پڑتا تھا۔ فما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر۔ صحابہؓ کہتے ہیں

کہ ہم فجر کے قریب نماز تراویح سے فارغ ہوتے تھے۔ اور عبداللہ بن ابی بکرؓ کی روایت موطا امام مالک میں موجود ہے، کنا ننصرف فی رمضان من القیام فنستعجل الخدم بالطعام مخافۃ فوت السحور۔ صحابہؓ کہتے ہیں۔ جب رمضان میں ہم نماز تراویح سے فارغ ہوتے تھے۔ تو اپنے خادموں کو جلدی کھانا لانے کا حکم کرتے کہ کہیں سحری فوت[1] نہ ہو جائے۔

---

[1] یہ تھی صحابہؓ کی نماز تراویح کہ وہ اس کو بڑے اطمینان اور سکون سے ادا کرتے تھے ان کی نماز تراویح میں اتنا لمبا قیام، طویل قومہ وجلسہ، اور دراز رکوع وسجود ہوتا تھا کہ وہ اس نماز سے صبح کے قریب فارغ ہوتے تھے اور پھر انہیں صرف اتنا وقت ملتا تھا۔ کہ سحری کھائی اور فجر کی نماز کی اذان ہو گئی۔ لیکن وائے برحالِ ما۔ ہماری نماز تراویح کا یہ حال ہے کہ امام اور مقتدی رمضان میں ایک "دوڑ" لگاتے ہیں، امام بھاگ رہا ہے اور مقتدی اسے چھو رہے ہیں۔ مقتدی ابھی رکوع میں پہنچے ہی ہیں۔ کہ امام قومہ سے گزر گیا ہے، مقتدی قومہ میں ہیں۔ تو امام سجدہ کے بارے سبکدوش ہو گیا ہے، جماعت سجدہ میں آئی ہے، تو امام صاحب جلسہ اور دوسرے سجدہ کی حدود پھاند کر قیام کی منزل میں آ پہنچے ہیں۔ اور پھر صف کھڑی ہوتی ہے تو حافظ صاحب سورۃ فاتحہ ختم کرنے کو ہیں۔ مسلمان بھائیو! خدا سے ڈرو، اور نماز تراویح کا یوں مذاق نہ اڑاؤ۔ اگر آپ صحابہؓ کی طرح فجر کے قریب تک نہیں پڑھ سکتے تو کم از کم قرأت تو آرام سے پڑھواؤ۔ اور رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ میں ایک ایک دو دو منٹ لگا کر نماز کا نام تو نماز رہنے دو۔ (صادق)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تہجد کا نالہ شب گیر عرش رسا رہتا تھا، ماہِ رمضان میں بجائے تہجد کے قریباً ساری رات نماز تراویح میں ہی گزار دیتے تھے۔ اور یہ چیز انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اختیار کر رکھی تھی۔ پس ثابت ہوا۔ کہ یہی رات کی نماز غیر رمضان میں تہجد کہلاتی تھی۔ اور وہی تہجد رمضان میں "قیامِ رمضان" کے حسین سراپے میں تراویح کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ جو خلفائے راشدین کے زمانے سے لے کر آج تک مساجد میں باجماعت پڑھی جا رہی ہے۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھیں۔ کہ محدثین نے اپنی اپنی کتاب میں اسی نماز کے متعلق علیحدہ علیحدہ دو باب قائم کئے ہیں، سونے کے بعد اٹھ کر جو نماز رات کو حضورؐ پڑھتے تھے، اس کے لئے انہوں نے قیام اللیل کے نام سے باب باندھا ہے۔ جس سے مراد نماز تہجد ہے۔ اور رمضان میں جو آپ نے رات کو نماز پڑھی ہے۔ اس کے متعلق قیام رمضان کا باب قائم کیا ہے، اور قیام رمضان تمام محدثین، اور فقہاء کے نزدیک نماز تراویح سے مراد ہے۔

تہجد کی نماز کا ذکر اس کے فضائل اور مسائل تمام کتب حدیث و فقہ میں آپ کو صلوٰۃ اللیل کے باب میں ملیں گے اور ماہ رمضان میں جو حضورؐ نے تین شب صحابہؓ کو نماز پڑھائی تھی۔ اس نماز کو قیامِ رمضان کے باب میں آپ پائیں گے۔ دیکھئے مشکوٰۃ اصح المطابع ص ۱۰۵

پر باب "صلوٰۃ اللیل" ہے جس میں تہجد کا ذکر ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۴ پر باب قیام "شہر رمضان" ہے، جس میں رمضان کے مہینہ میں حضورؐ کے تین شب نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔ خشیت ان یکتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم" میں ڈرا کہ تمہارا یہ قیام رمضان، تراویح تم پر فرض ہو جائے گا۔ پس تم یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔" یہ عبارت بھی باب قیام رمضان کے اندر ہی ہے۔ اب اس کی شرح "مرقاۃ" میں ملاحظہ فرمائیں۔ وفیہ بیان رافۃ لامۃ ودلیل علی ان التراویح سنۃ "حضورؐ کا یہ فرمانا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اس لئے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔ امت کے ساتھ رأفت اور رحمت کی وجہ سے تھا۔ اور تین شب پڑھانا" نماز تراویح کے سنت ہونے پر دلیل ہے۔

شارحین حدیث بھی قیام رمضان کو نماز تراویح ہی کہتے ہیں۔ اور رسولِ خدا کی سنت فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم جلد دوم اصح المطابع صفحہ ۲۵۳ پر صلوٰۃ اللیل کا باب ہے (تہجد)۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۹ پر "باب الترغیب فی قیام رمضان وہو التراویح" ہے۔ اسی باب میں حضورؐ کی یہ حدیث موجود ہے ـــ من قام رمضان ایمانًا واحتسابًا غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہ ـــ (جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رمضان میں قیام کیا۔ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے)۔

قیام رمضان سے متعلق صحیح مسلم کے شارح علامہ نووی فرماتے ہیں۔ والمراد بقیام رمضان صلوٰۃ التراویح (شرح مسلم) یعنی قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری جلد اول مطبع عثمانیہ مصر ۱۳۵۱ھ کے صفحہ ۲۰۴ پر باب "تہجد اللیل" علیحدہ ہے اور "کتاب صلوٰۃ التراویح" جدا ہے، پھر "کتاب صلوٰۃ التراویح" کے باب میں حضورؐ کی تین شب والی نماز کا ذکر ہے۔ جو آپ نے رمضان میں پڑھائی تھی۔ اب سنن نسائی مطبع مجتبائی جلد اول ص۲۳۷ ملاحظہ ہو۔ یہاں باب "قیام اللیل" ہے جو تہجد ہے، جو تہجد سے متعلق ہے اور ص۲۳۸ پر باب ثواب من قام رمضان ایمانًا و احتسابًا ہے۔ اور اسی باب میں حضورؐ کی تین شب والی نماز کا ذکر ہے، جامع ترمذی مطبوعہ نولکشور ص۱۴۴ میں ہے۔ ماجاء فی وصف صلوٰۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم باللیل۔ یعنی حضورؐ کی رات کی نماز کا باب (تہجد) اور ص۲۵ میں ہے "باب ماجاء فی قیام رمضان" جو تراویح سے متعلق ہے۔ اسی طرح ابن ماجہ میں "صلوٰۃ اللیل" کا باب علیحدہ ہے۔ اور "قیام شہر رمضان" کا علیحدہ۔ اسی ابن ماجہ مطبع علیمی ص۹۵ پر ہے۔ فقال شہر کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ خدا نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں۔ اور اس کا قیام تم پر میں نے سنت کیا ہے۔ اب آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ

نماز تہجد غیر رمضان میں پڑھی گئی ہے، اور تراویح رمضان المبارک میں ادا کی گئی ہے، چیز ایک ہی ہے۔ رکعات کی تعداد میں بھی کوئی فرق نہیں جب غیر رمضان میں نیند سے جاگ کر پڑھیں گے تو تہجد[1] کہلائے گی اور رمضان میں عشاء کے بعد مع وتر پڑھ لیں گے۔ تو قیام رمضان یعنی تراویح پکاری جائے گی۔

تراویح کا عدد مسنون

یہ بات تو اوپر ثابت ہو چکی کہ نماز تراویح رحمت دو عالم ؐ کی سنت ہے، آپ نے پڑھائی ہے۔ اب ہم دیانت داری سے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تراویح کتنی رکعت پڑھی ہیں؟ اس سے پہلے کہ تعیین تعدد کا اجالا تخمین و تشکیک کی ظلمت کو سیماب پا کرے ۔ قارئین کرام عصبیت، جانب داری، اور اندھی تقلید کے بت کو توڑ پھوڑ دیں۔ اور پھر خوف خدا کی کٹھالی میں زر ایمان کو چرخ دے کر اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان کے موتیوں سے مرصع کریں۔ ایسے ایمان کی روشنی میں آپ نیلائے مرام کو ضرور پالیں گے۔ اور ہزار جان سے فریفتہ ہو کر نقد ایمان اس کے حضور پیش کر دیں گے۔

---

[1] تہجد ہجود سے ہے جس کے معنی نیند کے ہیں۔ تہجد کے معنے ہیں نیند کو دور کیا۔ اور رات کی نماز کو تہجد اس لئے کہا جاتا ہے، کہ مشقت سے نیند سے بیدار ہونا پڑتا ہے۔ (صادق)

پیغمبر آخرالزمان سرور رسولاں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق خدا تعالےٰ نے تمام امت کو حکم دیتا ہے۔ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔"اور جو دے تم کو (مسئلہ مسائل اپنے قول و فعل سے) رسول ﷺ۔پس (بصد جان) پکڑ لو اس کو" اس آیت میں خدا تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سنت اور حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب ہم ذیل میں رحمتِ دو عالم ﷺ کے ارشادات پیش کر کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ خدائی حکم کے ماتحت حضرتِ انور ﷺ کے فرامین کو قبول کریں۔

یہ تو آپ پوری تشریح کے ساتھ اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ صلوٰۃ اللیل نماز تہجد ہے۔ اور قیامِ رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔ اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں۔ کہ رسولِ خدا نے تین شب تراویح پڑھائی تھی۔ اور پھر گھروں میں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق لوگ اپنے اپنے گھروں میں تراویح پڑھتے رہے۔

تین شب کی تعداد رکعت

عن جابر رضی اللہ عنہ قال صلے بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر الحدیث۔ (ابن حبان، ابن خزیمہ)

"حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (تین شب) رمضان میں آٹھ رکعت نماز (تراویح) پڑھائی پھر وتر پڑھے۔

آٹھ تراویح کا نور

اس حدیث سے حضرت اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں آٹھ تراویح پڑھانا ثابت ہوا۔ پھر اس حدیث کی صحت کا یہ حال ہے۔ کہ روئے زمین پر ایک محدث بھی ایسا نہیں گزرا۔ جس نے اس کو ضعیف کہا ہو یا کسی امام یا فقیہہ نے اس پر جرح کی ہو۔ یہ حدیث جرح، قدح، ضعف، اعتراض اور حرف گیری سے آب کوثر سے بڑھ کر پاک اور مہر نیمروز سے زیادہ صاف ہے، خدا نے فرمایا ہے (میرا رسولؐ جو تمہیں دے وہ لے لو) اب خدا کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نے آپ کو آٹھ تراویح دی ہیں۔ اخلاقی جرأت، اور ایمانی تقاضے سے انہیں لے لیں۔ اور بغیر کسی پس و پیش، اور حیل وحجت کے سنت کے نور سے قیام رمضان کو چار چاند لگا کر خدا کی خوشی کے سمندر میں قبولیت کی موجیں اٹھتی دیکھیں۔

شاہکار استدلال کی پرواز

آٹھ عدد کے ثبوت میں ہم ایک اور ایسی حدیث پیش کرتے ہیں۔ جس کی صحت کا ماہتاب آج تک گہن نا آشنا ہے، سوا لاکھ صحابہ رضؓ بے شمار تابعین، تبع تابعین، لاکھوں محدث، امام، فقیہہ، مجتہد اور

اولیاء اللہ تمام زندگی حدیث کے نصاب حسن کی زکوٰۃ دیتے رہے ہیں۔ اور اسی حدیث کی برقی رَوان کے قیام رمضان کی روح و رواں تھی۔ اس حدیث کو سننے سے پہلے ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجئے۔ تاکہ آپ پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ اور توفیق قبول میسر آئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ـــ

وَعَنْ اَبِیْ سلمة بن عبد الرحمٰن انه سئال عائشة رضی الله عنها كيف كانت صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی رمضان فقالت ما كان يزيد فی رمضان ولا غيره علىٰ احدى عشرة ركعة الحديث۔ (صحیح بخاری۔ باب قیام رمضان)

"ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضہ روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے دریافت کیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیونکر تھی؟ (یعنے آپ نماز تراویح کتنی رکعت پڑھتے تھے) حضرت عائشہ رضہ نے جواب دیا۔ کہ آپ گیارہ رکعت (آٹھ اور تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ رمضان ہوتا یا نہ ہوتا۔"

مُلاحظہ :- اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور مومن قانت کے لئے قابلِ غور ہیں :-

(۱)۔ سائل نے حضرت عائشہ رض سے رحمتِ دو عالم کی نماز تراویح کی تعداد رکعت دریافت کی۔ اس پر حضرت عائشہ رض نے گیارہ رکعت فرمائیں۔

(۲) حضرت عائشہ رض سے بڑھ کر تمام صحابہ رض اور صحابیات میں حضور کی نمازِ شب کی کیفیت کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس لئے گیارہ رکعت کا عدد اپنی صحت میں لامثال ہے، اور اسی لئے یہ حدیث صحت کے لحاظ سے اتنی بلند پایہ ہے۔ کہ نہ صرف جرح سے ہی محفوظ ہے، بلکہ اس کی حقیقت حسن پر تمام امت کا اجماع ہے۔ ؎

وا کر دیئے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

(۳) پھر یہ حدیث امام بخاری رح "قیام رمضان" میں لائے ہیں جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ نماز تراویح کا عدد مسنون گیارہ رکعت ہی ہے، اور یہ حدیث بخاری شریف میں قیام اللیل میں بھی ہے۔ جس سے حضور کی تہجد کا غالب معمول بھی گیارہ رکعت معلوم ہوا اور دو، اور دو، چار کی طرح یہ بھی اظہر من الشمس ہو گیا۔ کہ آپ کی رات کی نماز گیارہ رکعت (مع وتر) تھی۔ رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی۔ غیر رمضان میں اس کو تہجد کہتے تھے ــــ اور

رمضان میں قیام رمضان، یا تراویح کے نام سے موسوم تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ سے محبت جان، مال، اولاد، اور سارے جہان سے بڑھ کر کرنے والو! کیا آپکی سنت پاک آٹھ رکعت تراویح قبول ہے؟ خدا کے حکم فَخُذُوْهُ سے سر آنکھوں پر منظور ہے؟ سنیت کی شرابِ طہور سے سیرابیٔ ایمان چاہتے ہیں؟ یاد رہے کہ جتنی عزت اور محبت حضورؐ کی ہمارے دل میں ہے، بالکل اتنی ہی آپ کے قول و فعل، اور فرمان و ارشاد کی ہونی چاہیئے۔ اعتقاداً بھی اور عملاً بھی۔ بلا خوف لومۃ لائم۔

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کا نعرۂ حق

لاکھوں پہ بھاری گواہی

امام المتقین، سراج السالکین حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، فقیہہ احناف حضرت امام محمدؒ اپنی مایہ ناز کتاب "موطا امام محمدؒ" میں یوں باب باندھتے ہیں:۔

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان میں تراویح پڑھنے کا بیان

اس باب کے نیچے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ والی متذکرۃ الصدر حدیث یوں لکھتے ہیں:۔

اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمُقْبَرِيُّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَآئِشَۃَ رضؓ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِہٖ عَلٰٓی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَكْعَۃً يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّیْ ثَلٰثًا۔ (موطاء امام محمدؒ)۔

"ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے دریافت کیا۔ کہ رمضان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کیونکر تھی؟ (یعنے حضورؐ تراویح کتنی رکعت پڑھتے تھے؟) حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا (ابوسلمہ!) رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (آٹھ تراویح اور تین وتر)۔ حضورؐ کی نماز تراویح پڑھنے کی یہ کیفیت تھی۔ کہ) چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ تو ان کی خوبی اور درازی کا حال مت پوچھ (کہ میں بیان نہیں کرسکتی)۔ پھر پڑھتے تھے

لہ یہ حدیث لفظ بلفظ صحیح بخاری۔ باب قیام رمضان میں موجود ہے۔ (صادق)

چار رکعتیں۔ (ابو سلمہؓ!) ان کے حسنؐ وطول کا حال نہ پوچھ (مجھ سے بیان نہیں ہو سکتا!) پھر (ان آٹھ رکعتوں کے بعد) تین رکعتیں (وتر) پڑھتے تھے"۔ (موطا، امام محمدؒ)۔

تحقیق کا شمس نیمروز

جب سورج نکل آتے، اور تمام دنیا میں اجالا ہو جائے۔ تو کیا کوئی رات کا شک کر سکتا ہے؟ پھر جو کوئی دن کے بارہ بجے بھی رات کا شبہ کرے، آپ اس کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ حضرت امام محمدؒ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا کروٹ کروٹ جنت دے، آپ قیامت تک کے حنفیوں کو تراویح کا عدد مسنون (گیارہ رکعت) بتا گئے ہیں۔ جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث مذکور کو قیام رمضان کے باب میں لاکر تراویح گیارہ رکعت ثابت کر گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح تمام حنفیوں کے مسلمہ فقیہہ حضرت امام

لہ حضورؐ کی نماز تراویح کا حسن وطول تو بیان نہیں ہو سکتا۔ امام اور مقتدی آجکل جو ظلم نماز تراویح پر توڑتے ہیں۔ یہ دردناک منظر بھی بیان سے باہر ہے بھائیو! سوچو کہ یہ طمانیت ناآشنا، عجلت برپا تراویح پڑاں کس طرح شرف قبول پائے گی؟ سنو! تراویح اطمینان، اور آرام سے پڑھو، رکوع، سجود، قومہ، اور جلسہ میں کم از کم ایک ایک منٹ تو صرف کرو۔ کہ یہ چیزیں ارکان نماز ہیں، ان کی عدم طمانیت مبطل نماز ہے۔ (صادق)

محمدؒ حدیث بالا کی شرابِ طہور صرف گیارہ جاموں میں بھر کر۔ برادرانِ احناف کو پلا گئے ہیں۔ اب سنت کے نقطۂ نظر سے ایک قطرہ بھی "خمِ حدیث" میں باقی نہیں رہا۔ موطا امام محمدؒ میں تراویح کے باب میں گیارہ رکعت والی حدیث پڑھنے کے بعد کیا کوئی حنفی گیارہ رکعت تراویح کا انکار کر سکتا ہے؟ خدا خوف، دیندار، ضد، ہٹ، عصبیت، اور دھڑے بندی پر نفرین بھیجنے والا یقیناً گیارہ عدد کی سنّیت کا والہ و شیدا ہو جائے گا۔ ہاں "اصحابُ البطون" سادہ لوحانِ امت کو دامِ آز میں لانے کے لیے کئی طرح کے چکمے دیں گے۔ — وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا — !

حضرت عمرؓ کا گیارہ رکعت کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے لے کر خلافتِ فاروقی کے شروع تک لوگ تراویح گھروں میں ہی پڑھتے رہے، آخر حضرت عمرؓ کے حکم سے تراویح مسجدوں میں باجماعت پڑھی جانے لگی۔ چنانچہ موطا امام مالکؒ میں ہے:۔

عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس

باحدا عشر رکعۃ۔ (موطا امام مالکؒ)

"سائب بن یزید رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داری رضؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھایا کریں"۔

یہ حدیث بھی "قیام رمضان" میں ہے، اور بے داغ اور غیر مجروح ہے۔ کسی نے اس پر نہ اعتراض کیا ہے، اور نہ ضعیف کہا ہے۔ غور کا مقام ہے۔ کہ رحمت دو عالمؐ کے وقت سے لے کر خلافتِ فاروقی کے صدر تک جو نماز تراویح گھروں میں پڑھی جاتی تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی نماز تراویح کی گیارہ رکعت کو مسجدوں میں باجماعت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ تو فرمایئے۔ کہ سنیت کے عدد کی تعیین میں اب کیا کسر رہ گئی ہے؟ اب بھی شک باقی ہے؟

یاد رکھیں!۔ کہ جس طرح حضرت عمر رضؓ نے نماز تراویح مسجد میں پڑھنے کا حکم دے کر سنت کو جاری کیا۔ اسی طرح گیارہ رکعت کی مسنون تعداد کو بھی ساتھ ہی آشکارا کیا۔ اگر آپ لوگ حضرت عمر رضؓ کے فرمان پر مسجدوں میں تراویح پڑھنے لگ گئے ہیں تو ان کے اسی فرمان کے ایک حصہ۔۔ گیارہ رکعت پر عمل کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں؟ ارشادِ فاروقی کے ایک حصہ پر ایمان اور دوسرے کا انکار!۔ انصاف!۔۔ سہ

شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ!
اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

علامہ ابن ہمام حنفیؒ کا فتویٰ

شیخ ابن ہمامؒ حنفی ایک بہت بلند پایہ امام ہوئے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

فحصل من هذا ان قيام رمضان احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله عليه السلام۔ (فتح القدیر)

" حاصل کلام یہ کہ قیام رمضان (نماز تراویح) گیارہ رکعت مع وتر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے "

نوٹ :۔ فرمایئے کیا خیال ہے تراویح کے عدد مسنون کے متعلق؟ اب تو فقہ کے ایک جلیل القدر امام شیخ ابن ہمامؒ نے پوری دیانتداری سے گیارہ رکعت کو رسول خدا کی سنت قرار دیا ہے۔ حنفی بھائیو! سوچو! سمجھو!! غور کرو!!! ـــ اور ان علماء کی مخادعت سے بچو۔ جن کا کیلوریز وکیموس، آپ کی روٹیوں کا منت پذیر ہے۔ ہم نے دلائل سے آپ کو یقین دلا دیا ہے، کہ صرف گیارہ رکعت تراویح ہی سرورِ دو عالمؐ کی سنت ہے۔

رسولِ پاکؐ کے سامنے گیارہ رکعت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ابی بن کعبؓ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! رات کو ایک بات ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہوئی؟ ابی بن کعبؓ نے کہا۔ کہ میرے گھر کی عورتوں نے کہا۔ کہ ہم قرآن نہیں پڑھتی ہیں۔ اس لئے ہم تمہارے پیچھے نماز (تراویح) پڑھیں گی۔ فصلیت بھن ثمان رکعات والوتر فسکت عنہ و کان شبہ الرضا ۔ پھر میں نے آٹھ رکعات تراویح اور وتر (تین) پڑھا دیئے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ گویا آپؐ نے اس امر کو پسند فرمایا۔

(قیام اللیل امام مروزی)

نوٹ:۔ اب تو کسی مزید اطمینان کی ضرورت باقی نہیں رہی جب کہ حضورؐ کی حیات پاک میں گیارہ رکعت کا پڑھنا ثابت ہو گیا۔ حضورؐ نے گیارہ رکعت کو سن کر پسند فرمایا۔ بس یہی وہ عدد مسنون ہے۔ جو حضرت عمر رضؓ نے تراویح باجماعت کے ساتھ مساجد میں جاری کیا۔ اس سے بڑھ کر ہم آپ کی اور کیا تسلی کریں۔ خدا تعالٰے ہم سب کو مسنون امر کی پیروی کی توفیق دے، اور ایسے لوگوں سے بچائے۔ جو نفس کی شہ پر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ ؎

صاف دردی کش پیمانہ جم ہیں ہم لوگ
وائے وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں!

لیلۃ القدر

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ
اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ
فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ
هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵ (پ ۳۰)

"ہم نے اتارا اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں، اور تو نے کیا سمجھا کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر (کی عبادت) ہزار ماہ (کی عبادت) سے بہتر ہے، (برابر) اترتے ہیں سب فرشتے اور روح اس رات میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر سلامتی (اور امن کی) ہے وہ رات طلوع صبح تک۔"

ملاحظہ:۔ لیلۃ القدر میں نزول قرآن کا مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کو (ماہ رمضان کے اندر) لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا (فلک الاول) کی طرف اتار کر بیت العزت میں رکھ دیا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا بذریعہ وحی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر

تئیس سال کے عرصہ میں پورا کیا۔ (ابن جریر۔ بیہقی)

لیلۃ القدر کا مفہوم

قدر کے معنی بزرگی، شرافت، منزلت عزت، بڑائی اور مرتبہ کے ہیں۔ چونکہ اس رات میں خدا کا آخری پیغام — قرآن پاک — قیامت تک کے لوگوں کی ہدایت و فلاح کے لئے نازل ہوا۔ اس لئے شرف و منزلت کے لحاظ سے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، یعنی نزول قرآن نے اس رات کو قدر و منزلت عطا کی، اور اس لئے بھی لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ کہ اس رات کی عبادت اور طاعت کی خدا کے نزدیک بے حد قدر ہے۔

پھر اس نہایت قدر کی رات کے متعلق۔ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ — نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ تو نے کیا سمجھا۔ کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ اور حضور انور کو خطاب کر کے امت کو لیلۃ القدر کی قدر دانی کے لئے متنبہ کیا — فرمایا! لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ — لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے، یعنی شب قدر کی (ایک رات کی) عبادت ہزار مہینوں (جن میں لیلۃ القدر نہ ہو) کی عبادت سے جس میں دن کو روزہ، اور رات کو قیام ہو، بہتر ہے۔ جس طرح امت مرحومہ کو خدا تعالٰے نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے قرآن کا زندہ معجزہ بخشا۔ اسی طرح لیلۃ القدر کی خصوصی نعمت

عظمے سے سرفراز فرمایا۔ غور کریں۔ کہ صرف ایک رات کی عبادت امم سابقہ کے ہزار مہینہ کے دائمی صائم، اور شب زندہ دار کی طاعت اور عبادت سے ثواب اور اجر میں زیادہ ہے۔

لیلۃ القدر کی قیمت

لیلۃ القدر ہر سال آتی ہے صرف ایک لیلۃ القدر کی خلوص بھری طاعت ہزار مہینوں ـــ تراسی سال چار ماہ ـــ (جن میں لیلۃ القدر نہ ہو) کی عبادت صوم نہار، اور قیام لیل سے ثواب میں بڑھ کر ہے۔ تو فرض کریں۔ کہ اگر موحد مومن اپنی عمر میں کم از کم بیس مرتبہ لیلۃ القدر پاتا ہے۔ (پانے سے مراد شب بھر قرآن اور نوافل پڑھنا، اور ذکر الٰہی کرنا ہے) تو خدا تعالےٰ ثواب ایسے شخص کو ـــ ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ سال آٹھ ماہ ـــ کی بندگی کا اجر عطا فرمائے گا۔ اور جو لوگ ساٹھ ساٹھ۔ ستر ستر۔ برس کی عمریں پاتے ہیں۔ ان کو تیس چالیس شب ہائے قدر بآسانی میسر آسکتی ہیں۔ اگر وہ ان راتوں کو زندہ رکھیں، تو کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کے خطاب یافتہ امم سابقہ کی اعمار کے مقابلہ میں باوجود کم سن ہونے کے تین تین ہزار سال کی عبادت کا ثواب حاصل کر لیں گے ـــ وَ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

شب قدر کی فضیلت

حضرت ابی ہریرہ رضہ روایت

کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ماہِ رمضان کی آمد پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! رمضان کا مہینہ آگیا۔ ہے۔ یہ مبارک مہینہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس مبارک مہینہ کا روزہ تم پر فرض کیا ہے۔ اس چاند میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیاطین زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں، اس میں ایک رات ہے۔ جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔ جو کوئی اس رات کی خیر سے محروم رہا۔ وہ محروم ہے!"

(رواہ احمد ونسائی)

اور حضرت ابی ہریرہ رض کی ایک روایت بخاری مسلم میں ہے۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے لیلۃ القدر کو ایمان و یقین کے ساتھ، اور طلب ثواب کی خالص نیت سے قیام کیا۔ تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ۔۔۔ (اور خدا کے وعدہ "الف شہر" کے مطابق ثواب وافر ملے گا)۔

برق رفتار رمضان کا چترِ رحمت سایہ فگن ہے۔ دشتِ شبہائے اواخر

ماہ میں لیلاتے لیلۃ القدر قدم رنجہ فرماتی ہے
یارانِ تیزگام محمل کو جالیں،

لیلۃ القدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ شب قدر میں فرشتے اور روح (حضرت جبرئیل ع) اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں؛

تَنَزَّلُ دراصل تَتَنَزَّلُ ہے تَتَفَعَّلُ کے وزن پر اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ملائکہ سب کے سب یکبارگی نہیں اترتے، بلکہ گروہ گروہ، اور فوج فوج ہو کر نازل ہوتے ہیں۔ حضرت ابی ہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیلۃ القدر میں فرشتے زمین پر کنکروں کے شمار سے زیادہ ہوتے ہیں؛ (ابوداؤد)

اور — الرُّوْحُ سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت انس رض کی ایک مرفوع روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام (خدا کے حکم سے) ایک فرشتوں کی جماعت سے لیلۃ القدر میں اترتے ہیں۔ اور ہر بندہ

جو تلاوت۔ ذکر۔ یا نماز میں ہوتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود وسلام پہنچاتے ہیں۔ (بیہقی)

اگرچہ غیر رمضان میں بھی فرشتے اترتے ہیں جیسا کہ نماز فجر اور عصر کی فضیلت کی حدیث — ملائکہ لیل — اور ملائکہ نہار — میں فرشتوں کے نزول کا ذکر آتا ہے۔ لیکن رمضان اور غیر رمضان میں فرشتوں کے اترنے میں یہ فرق ہے۔ کہ غیر رمضان میں فرشتے رحمت، اور عذاب دونوں قسم کے احکام سے اترتے ہیں۔ اور لیلۃ القدر میں تمام فرشتے صرف رحمتوں، برکتوں، نیکیوں، اور بخششوں کی موسلا دھار بارش لے کر آتے ہیں۔

مِنْ كُلِّ أَمْرٍ — سے اس امر کا پتہ چلا کہ فرشتے ہر قسم کے امور کے ساتھ اترتے ہیں۔ بڑے بڑے اہم کاموں کا پروگرام لے کر آتے ہیں۔ اس سے لیلۃ القدر کی اہمیت خوب اجاگر ہوتی ہے۔

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ — کا یہ مطلب ہے۔ کہ لیلۃ القدر کو ہر قسم کی آفات وبلیات سے امن وامان ہے اس رات میں صبح تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔ یہ رات خیر ہی خیر سے بھری ہے۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کثیر ہے۔ شبِ قدر میں خدائے قدوس آسمان دنیا

پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ غافر الذنوب، صاحب عرش عظیم تمام شب جلوہ فرما رہتا ہے۔ اس کی نعمتوں، بخششوں اور رحمتوں کی گھنگھور گھٹائیں جھوم جھوم کر برستی ہوئی سپیدۂ صبح نمودار ہوتے چھٹ جاتی ہیں۔

لیلۃ القدر رمضان میں ہے

خدا نے فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (پ۲) "رمضان کے مہینہ میں قرآن اتارا گیا۔" پھر فرمایا۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ (پ۳۰) "ہم نے قرآن لیلۃ القدر میں اتارا۔" پس ثابت ہوا۔ کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ہے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔ (بخاری۔ مسلم)

"حضرت ابی سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ شب قدر کی

تلاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر حضورؐ نے درمیانی عشرہ (دسویں سے بیسویں روزے تک) اعتکاف کیا ترکی خیمہ میں۔ پھر سر (خیمہ سے) باہر نکال کر فرمایا۔ کہ میں نے لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ (لیکن لیلۃ القدر کو نہ پایا)، پھر درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر بھی لیلۃ القدر نہ پائی)۔ آخر (جبریلؑ) فرشتے نے میرے پاس آکر کہا۔ کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔" (بخاری۔ مسلم)

آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔ (بخاری)۔

"حضرت عائشہ رضہ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔" (بخاری)

یعنی۔ اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں شبِ قدر کو تلاش کرنا چاہیئے۔ تلاش کرنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ ان پانچوں راتوں کو لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے زندہ رکھنا چاہیئے۔ اور زندہ رکھنا یہ ہے کہ تمام رات قرآن پڑھنے، نوافل ادا کرنے۔ زبان کو خدا کی تسبیحوں اور استغفار سے تر رکھنے میں گزاریں۔

ستائیسویں شب کا تعین

بعض لوگ رمضان کی ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم کسی ایک رات کو لیلۃ القدر متعین نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ لیلۃ القدر ان پانچ راتوں میں پھر پھر کر آتی ہے۔ کسی سال اکیسویں شب کو شرف بخشتی ہے۔ کسی سال تیئسویں میں جلوہ فرما ہوتی ہے۔ کبھی پچیسویں میں نور افشانی کرتی ہے، بعض سال ستائیسویں کو سحاب رحمت لاتی ہے۔ اور کبھی انتیسویں شب قرار پا جاتی ہے۔ غرض ان پانچوں راتوں میں سے اللہ تعالےٰ کسی ایک پر لیلۃ القدر کا حکم لگا دیتا ہے۔ اور پھر وہ رات خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ ہم کسی ایک رات کو شبِ قدر متعین نہ کریں، بلکہ سب میں برابر شب خیزی کریں۔ ایسا کرنے میں دو عظیم الشان

فائدے مضمر ہیں۔ ایک یہ کہ پانچوں راتوں میں قیام کرنے سے جونسی ان میں لیلۃ القدر ہوگی۔ ضرور زندہ ہو کر خدا کے وعدہ کے مطابق اجر کا باعث بن جائے گی۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ چونکہ شب خیز نے ہر رات میں لیلۃ القدر کی نیت سے قیام کیا ہے۔ اس لئے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے حکم سے باقی چار راتیں بھی اس کے لئے عند اللہ لیلۃ القدر کا درجہ پائیں گی۔ اور اس طرح قائم اللیل ہر سال پانچ شب ہائے قدر کا ثواب حاصل کرے گا۔

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ - (مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (عبادت میں) رمضان کے آخری عشرہ میں اس قدر کوشش کرتے تھے — کہ سوائے اس کے (اتنی) نہ کرتے"

صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت بخاری مسلم میں ان الفاظ سے آئی ہے۔

اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَ اَحْيٰ لَيْلَهٗ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ - (متفق علیہ)

جب رمضان کا آخری عشرہ آتا۔ تو حضور تہ بند کس لیتے (کنایہ ہے کوشش سے) اور زندہ کرتے رات کو۔ اور (عبادت کے لئے) جگاتے اہل اپنے کو"

سب راتوں میں تلاش کرو

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْتَمِسُوْھَا یَعْنِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِیْ تِسْعٍ یَبْقَیْنَ اَوْ فِیْ سَبْعٍ یَبْقَیْنَ اَوْ فِیْ خَمْسٍ یَبْقَیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ یَبْقَیْنَ اَوْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ۔ (ترمذی)

"تلاش کرو (تلاوت، نوافل، اور ذکر کے ساتھ) لیلۃ القدر کو انتیسویں شب میں یا ستائیسویں شب میں، یا پچیسویں شب میں یا تئیسویں شب میں، یا اکیسویں شب میں"

لیلۃ القدر تئیسویں شب میں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اُنَیْسٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ بَادِیَۃً اَکُوْنُ فِیْھَا بِحَمْدِ اللّٰہِ فَمُرْنِیْ بِلَیْلَۃٍ اَنْزِلُھَا اِلٰی ھٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَنْزِلْ لَیْلَۃَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِیْنَ۔ (ابوداؤد)

"عبداللہ بن انیس رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! میرا گھر جنگل میں ہے۔ اور میں وہیں رہتا

ہوں۔ اور مجد اللہ (میں نماز وغیرہ بھی وہاں ہی پڑھتا ہوں) پس آپ مجھے ایک رات کا (جو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے لیلۃ القدر ہو) کا حکم فرمائیں۔ تاکہ (اس ایک رات کو زندہ کرنے کی نیت سے) مسجد (نبوی) میں اُتروں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیئیسویں شب کو (بہ نیت لیلۃ القدر) مسجد میں اُترو۔"

ملاحظہ :۔ عبداللہ بن انیس نے لیلۃ القدر کے تعین سے سوال کیا۔ کہ اس رمضان میں شبِ قدر کون سی ہے؟ حضرت انورؐ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا۔ کہ اس سال تیئیسویں کو ہوگی اس سے وضاحت فرمادی۔

لیلۃ القدر اکیسویں شب میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف تھے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَقَدْ اُرِیْتُ ھٰذِہٖ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَآءٍ وَّطِیْنٍ مِنْ صَبِیْحَتِھَا۔

"مجھے شب قدر کا تعین خواب میں دکھایا گیا (لیکن) پھر بھلا دیا گیا۔ اور میں نے (خواب میں) اپنے تئیں دیکھا کہ لیلۃ القدر کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کرتا ہوں۔"

راوی حدیث ابی سعید خدری رضؓ کہتے ہیں:۔

فَمَطَرَتِ السَّمَاۤءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاۤءِ وَالطِّيْنِ صَبِيْحَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ ۔ (متفق علیہ)

"ابو سعید رض کہتے ہیں۔ جس رات حضور ؐ نے لیلۃ القدر کو دیکھا۔ اسی رات مینہ برسا۔ اور مسجد کی چھت (جو) شاخ خرما کی بنی ہوئی تھی ٹپکی۔ اور میں نے حضرت انور ؐ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا نشان دیکھا۔ (جو مسجد کے ٹپکنے، اور آپ کے سجدہ کرنے سے پیشانی پر لگ گیا تھا)۔ اکیسویں شب کی صبح کو۔"

حاصل کلام یہ کہ جس رات حضور ؐ نے شب قدر کو خواب میں دیکھا تھا۔ تو یہ بھی دیکھا۔ کہ آپ شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی (کیچڑ) میں سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی لیلۃ القدر کو بارش کا ہونا بھی دیکھا تھا۔ اور اس کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ ریزی بھی فرمائی۔ لیلۃ القدر کا تعین اگرچہ بھول گئے۔ لیکن اس کے نشانات موجود تھے۔ راوی حدیث ان علامات کی بنا پر کہتے ہیں۔ کہ وہ اکیسویں شب تھی معلوم ہوا ۔ اس سال اکیسویں کو شب قدر واقع ہوئی ۔

لیلۃ القدر ستائیسویں شب میں

زرین جیش نے حضرت ابی بن کعب کو لیلۃ القدر کے تعین سے سوال کیا۔ حضرت ابی بن کعب رضہ نے قسم کھا کر کہا۔ اِنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ۔ تحقیق شب قدر ستائیسویں رات ہے۔ ابن جیش نے کہا۔ بِاَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ. تم یہ دلیل، کس دلیل سے کہتے ہو۔ حضرت ابی رضہ نے جواب دیا۔ بِالْاٰيَةِ الَّتِيْ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا ۔ (مسلم)

میں ان علامات سے کہتا ہوں۔ جن کی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ اس دن آفتاب مدھم روشنی کے ساتھ نکلتا ہے۔ (اور میں نے ستائیسویں شب کی صبح کو اسی طرح نکلتے دیکھا تھا)۔

ملاحظہ :- حضرت ابی بن کعب رضہ نے حضور انور صلعم کی فرمودہ علامات سے تعین کیا۔ کہ ستائیسویں کو شب قدر ہوئی۔ اور اس سال ستائیسویں کو ہی ہوتی ہوگی۔

تعیین نہیں کر سکتے

ہم لیلۃ القدر کا تعین نہیں کر سکتے۔ بلکہ پانچوں طاق راتوں کو زندہ کرنا چاہیئے

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی (تعیین کی) خبر دینے کو نکلے۔ حضور صلعم نے

فرمایا۔ میں تمہیں شب قدر کی خبر دینے نکلا ۔ فَرُفِعَتْ ۔ پھر اس کی پہچان اٹھالی گئی "(یعنی اس کا تعین میرے دل سے اٹھ گیا) اور شاید یہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ فَالْتَمِسُوْهَا فِی التَّاسِعَۃِ وَالسَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ ۔ پس تم تلاش کرو اس کو انتیسویں اور ستائیسویں اور پچیسویں رات میں " (بخاری)

لیلۃ القدر کی عبادت

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے حضور انور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں شب قدر کو پاؤں۔ تو اس میں کیا دعا مانگوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ قُوْلِیْ ۔ یہ دعا مانگ :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

"الہٰی! تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو دوست رکھتا ہے۔ پھر مجھے معاف کر دے" (رواہ احمد)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ لیلۃ القدر کو حضرت جبریل علیہ السلام معہ جماعت ملائکہ اس شخص پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ جو رات شب قدر کو کھڑے یا بیٹھے خدا کو یاد کرتا ہو۔ الفاظ یہ ہیں :

یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل ۔ (بیہقی)

خضوع وخشوع سے عبادت

پس لیلۃ القدر کو نہایت خضوع وخشوع سے تعدیل ارکان کی رعایت کے ساتھ کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے چاہئیں۔ نماز تسبیح سے لیلۃ القدر میں جان ڈالنی چاہیئے۔ پھر بیٹھ کر تلاوت اس طرح کریں۔ کہ گویا آپ خدا تعالےٰ سے باتیں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ خدا کے محبوب کلموں کو کثرت سے پڑھتے ہوئے خدا کو راضی، اور میزان کو بھاری کریں وہ کلمے یہ ہیں:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

اور دعائے عائشہ رضؓ فوق الذکر کے ذکر کثیر سے دین ودنیا کی فوز وفلاح حاصل کریں۔ اپنے محسن اعظم حضرت محمدﷺ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خدا سے رحمتیں مانگیں۔ یعنی درود شریف پڑھیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا ہے (مسئلہ بتایا ہے)۔ کہ جو ایک بار مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ یعنی میرے لئے خدا سے رحمت طلب کرتا ہے) خدا اس پر دس بار درود (رحمت) بھیجتا ہے۔ پس اس طرح آخری عشرہ کی طاق راتوں کو زندہ وپائندہ رکھیں

اور شبِ قدر کی دولتِ بے پایاں سے خزانۂ ایمان کو معمور و بھرپور کرلیں۔

اِعتکاف

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھیرنے کو کہتے ہیں۔ رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد جماعت کی گوشہ نشینی کو بولتے ہیں۔ حضرت انورؐ نے ہمیشہ اعتکاف کیا ہے۔ اور یہ سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

حضرت انورؐ کا اعتکاف

بخاری مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں "تا وفات اعتکاف کرتے رہے ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ایک روایت بخاری مسلم میں ہے۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال (رمضان میں) حضورؐ کے روبرو ایک بار قرآن پڑھتے تھے۔ (یعنی حضورؐ کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپؐ کی وفات ہوئی۔ اس سال حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کے سامنے دو بار قرآن پڑھا۔ اور حضرت انورؐ ہر سال (رمضان میں) دس دن اعتکاف کرتے تھے۔ لیکن سالِ وفات میں آپؐ نے بیس دن (دو عشرہ)

اعتکاف فرمایا"۔ (متفق علیہ)

نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ قرآن کا دور کرنا۔ سنت ہے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ اور رحمت للعالمینؐ نے مل کر دور کیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ بھی حافظ قرآن تھے۔ اور صدر نبوت میں بھی حفظِ قرآن کا مواج دریا بہتا تھا۔ پھر حضورؐ کے ہر سال اعتکاف۔ اور قرآن ختم کرنے سے امت کو یہ سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ رمضان میں خدا کے ذکر، اور اس کی عبادت کی کمند ہمت کے آسمانوں پر ڈالنی چاہیئے۔ اور سال وفات میں آپ کے دو دورِ قرآن، اور بیس روزہ اعتکاف ۔ انسان کو آخر عمر میں کثرتِ اعمال، اور نیکیوں کے انبار لگانے کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے مستعد اور تیار رہنے کا درس دیتا ہے۔

اعتکاف کی نذر پوری کرو

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ (حضورؐ!) میں نے جاہلیت (قبل اسلام) میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کرنا نذر مانی تھی۔ (کیا پوری کروں؟) آپؐ نے فرمایا وَاَوْفِ بِنَذْرِكَ "پوری کر نذر اپنی"۔ (بخاری مسلم)

نوٹ:۔ مسلمان کے لئے اعتکاف کی نذر پوری کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ہر قسم کی نذر عبادت ہے پس جو

کوئی غیراللہ کی نذر نیاز۔ چڑھاوا۔ مانتا ہے۔ اور پورا کرتا ہے وہ بلاشبہ مشرک ہے مسلمان مرد، اور خاص طور پر عورتوں کو خدا کے خوف سے کانپتے ہوئے ــــ توجہ کرنی چاہیئے ــــ جو ملنگوں، ولیوں، اور شہیدوں کے مزاروں پر جاکر نذریں مانتی ہیں۔ اور پھر ــــ روٹ (روٹی کا مذکر) چاول کی دیگ، چورما، تیل، انڈا، مرغی، دودھ کھیر، کپڑا، بکرا، وغیرہ کی صورت میں پورا کرتی ہیں ــــ بہنو! توبہ کرو! غیراللہ کی نذریں شرک کا بھڑکتا ہوا دوزخ ہیں۔

نماز فجر کے بعد اعتکاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهِ۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کرنے کا ارادہ کرتے۔ تو نماز فجر پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے تھے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اعتکاف کا ارادہ کرنے والے کو چاہیئے۔ کہ وہ تیسرے عشرہ کے پہلے دن صبح کی نماز پڑھ کر معتکف ہو جائے۔

محرمات اعتکاف حضرت عائشہ رضہ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں:۔

اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَّا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَّ لَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَّ لَا يَمَسَّ الْمَرْاَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَّلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ ۔ (ابوداؤد)

"سنت ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) معتکف کے لئے کہ نہ عیادت[1] کرے مریض کی (بالقصد) اور نہ نماز جنازہ میں حاضر ہو اور نہ صحبت کرے عورت سے اور نہ مباشرت، اور نہ نکلے کسی کام کیلئے مسجد سے مگر جو (بول و براز وغیرہ) ضروری کام ہو اور بغیر روزہ رکھنے کے اعتکاف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مسجد جماعت[2] کے سوا ہوتا ہے۔" (ابوداؤد)

---

[1] ابوداؤد میں ہے کہ حضور ؐ بحالت اعتکاف حاجت کے واسطے نکلتے (اور) بیمار کو گزرتے ہوئے راہ میں (پوچھتے) فَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ۔ لیکن (عیادت کے لئے) نہ ٹھہرتے۔ اھ "...ولیکن کرکے کسی طرف" (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ جب ضروری کام (بول و براز) کے لئے حضور مسجد سے باہر نکلتے۔ تو اگر کوئی بیمار آپ کے راستہ میں ہوتا تو اس کا حال چلتے چلتے پوچھ لیتے۔ البتہ قصد کرکے اپنی راہ چھوڑ کر بیماروں کی عیادت کرنے نہیں جاتے تھے۔ اور راستہ میں ٹھہرتے بھی نہیں تھے۔ (ابوداؤد)

[2] مسجد جماعت یا مسجد جامع اس مسجد کو کہتے ہیں جس میں پانچوں نمازیں باجماعت پڑھائی جاتی ہوں۔ (صلوٰۃ ...ت لائقہ - ...)

قضاء عمری کی بدعت

رمضان کے آخری جمعہ کو بہت سے لوگ قضاء عمری یعنی ساری عمر کی فوت شدہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ یعنی پانچوں نمازیں پڑھ کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ جمعۃ الوداع کی بزرگی، اور برکت سے گذشتہ عمر کی تمام نمازیں (فوت شدہ) خدا قبول کر لیتا ہے۔ یعنی وہ ادا ہو جاتی ہیں۔ واضح رہے۔ کہ ہر مسئلہ کے لئے بروئے شرع ثبوت ہونا چاہئے۔ اگر ثبوت مل جائے۔ تو مسئلہ درست ہے۔ ورنہ گھریلو مسئلہ کو شریعت میں داخل کر کے از خود ثواب کے وعدے دینا شریعت سازی کرنا ہے۔ قضاء عمری نہ حضورؐ نے پڑھی۔ نہ اس کا ثبوت صحابہؓ۔ تابعینؒ۔ اور تبع تابعینؒ سے ملتا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ قضاء عمری یقیناً بدعت ہے۔

معتکف کیلئے ضروری ہدایات

(۱)۔ ماہِ رمضان کی اکیسویں تاریخ کو صبح کی نماز پڑھ کر بغرضِ اعتکاف مسجد میں داخل ہوں۔ (مسلم)

(۲)۔ اعتکاف یہ ہے کہ مسجد میں کسی الگ جگہ بوریا، یا کپڑا لٹکا کر اس جگہ بستر بچھا کر معروفِ عبادت ہوں۔ (مسلم)

(۳)۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت ہے، اور یہ بلا روزہ بے معنی ہے۔

(۴)۔ اعتکاف صحیح نہیں ہوتا۔ مگر اس مسجد میں جہاں پانچوں

نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہوں۔ (ابوداؤد)

(۵) - یہ شرط نہیں۔ کہ جس مسجد میں اعتکاف کریں۔ وہاں جمعہ بھی ضرور ہوتا ہو۔ اگر وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ تو معتکف جمعہ کے لئے جاسکتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۶) - اعتکاف کرنے والے کے لئے نہانا۔ سر میں تیل ڈالنا۔ کنگھی کرنا۔ اور لوگوں سے ضروری باتیں کرنا۔ اور ان سے بضرورت ملنا جائز ہے۔" (ابوداؤد)

(۷) - بول و براز یا غسلِ جنابت کے لئے باہر جا سکتے ہیں۔ راستے میں اگر کوئی مریض مل جائے۔ تو چلتے چلتے اس کا حال پوچھ سکتے ہیں۔ راستہ چھوڑ کر ادھر اُدھر جا کر بیمار کی عیادت نہیں کر سکتے۔ (ابوداؤد)

(۸) - عورت سے صحبت کرنا۔ اسے گلے لگانا۔ اس کا بوسہ لینا معتکف کے لئے منع ہے۔ صحبت کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ رات ہو۔ باقی امور بھی بشرط انزال مفسد اعتکاف ہیں۔ (ابوداؤد)

(۹) - رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وفات تک رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ حضورؐ کے بعد ازواج مطہرات اعتکاف کرنے لگیں۔ (مسلم)

(نوٹ): - عورتیں بدستور گھروں میں اعتکاف کریں۔

(۱۰) ــ جب آخری عشرہ شروع ہو جاتا۔ تو حضورؐ خود بھی (غیر معمولی طور پر) شب بیداری کرتے۔ بیبیوں کو بیدار رکھتے، (عبادت میں بہت کوشش کرتے۔ (مسلم)

عید الفطر

ہلالِ شوال کی رویت رمضان کو الوداع کرتی اور پیامِ عید لاتی ہے۔ اس عید کو عید الفطر کہتے ہیں۔ اس اسلامی تہوار کی اصل و اساس بھی خدا کی حمد و ستائش، اس کی توحید اور تہلیل و تکبیر پر ہے، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے۔ تو وہاں سال میں دو تہوار منائے جاتے تھے۔ ان تہواروں میں رقص و سرود اور لہو و لعب ہوتا تھا۔ اور شراب کے خم کے خم لنڈھائے جاتے تھے نبی رحمت نے جہاں اُن لوگوں کو پیغامِ اسلام پہنچایا۔ وہاں انہیں یہ حکم بھی سنایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کو ــ دو اسلامی تہواروں ــ عید الفطر اور عید الاضحی سے بدل دیا ہے جنہیں جاہلی رسوم کے بجائے خدا کی عبادت

لہ قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِہِمَا خَیْرًا مِّنْہُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ۔
حضورؐ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دو دنوں کے بدلے ان سے بہتر دو دن مقرر کر دیئے ہیں۔ عید قربان اور عید الفطر کا دن۔ (ابو داؤد)

کے ساتھ منانا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ عید کے روز کھیل تماشے، ناچ گانے اور لہو ولعب کی مجالس سے اجتناب کر کے جاہلیت، اور اسلام کے امتیاز کو قائم رکھیں۔ اور اس پاکیزہ تہوار کو اسلامی ہدایات کے مطابق مناکر اخلاق کی پاکیزگی کا ثبوت دیں۔

عید الفطر کی رات کو فرط مسرت سے فرشتے پھولے نہیں سماتے، خدا تعالے ان سے پوچھتا ہے۔ کہ جو مزدور اپنا کام پورا کر چکے۔ اس کی کیا جزا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ کہ اس مزدور کو مزدوری پوری ملنی چاہیئے۔ پھر خدا تعالے فرماتا ہے میرے فرشتو! تم گواہ رہو۔ میں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں کو بخش دیا۔ اور بہشت ان کے لئے واجب کر دیا۔ (اصبہانی)

بیہقی کی روایت میں ہے۔ کہ فرشتوں میں اس رات کا نام لَیلَۃُ الجَائِزَہ ہے۔ یعنی نجات وانعام کی رات۔

عید کے دن انعام واکرام

حضرت انس رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ تو حضرت جبرئیل فرشتوں کی ایک جماعت میں (زمین پر) اترتے ہیں۔ تو ہر بندے پر جو کھڑا یا بیٹھا عبادت کر رہا ہو رحمت

بھیجتے ہیں۔ پھر جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اپنے فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلا ہے۔ جو اپنا کام پورا کر چکے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اس کو مزدوری پوری ملنی چاہیئے۔ پھر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! ۔ میرے بندوں، اور بندیوں نے اپنے فرض (روزوں) کو پورا کیا۔ پھر نکلے دعا کرنے کو (نماز عید میں) قسم ہے مجھ کو میری عزت کی۔ اور میرے جلال و کرم کی۔ اور میری بلندی، اور میرے اونچے مرتبے کی۔ کہ (نماز عید میں) ضرور میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (نماز عید کے بعد) خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِرْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ۔ (بیہقی)

"لوٹ جاؤ۔ میں نے تم کو بخش دیا۔ اور تمہاری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ حضورؐ فرماتے ہیں، پھر لوگ (عیدگاہ سے، گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتے ہیں"

صدقۃ الفطر کے مسائل

صدقہ فطر کا ادا کرنا ہر ایک مسلمان مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرض فرمایا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

(رسالہ صفحہ ۱۲۹ پر ہے)

(۲) - جس پر صدقہ فطر ادا کرنے کی طاقت ہو۔ اس پر ادا کرنا فرض ہے۔ اگرچہ وہ صاحبِ زکوٰۃ نہ ہو۔ (بخاری مسلم)

(۳) لغو اور رفث کی وجہ سے روزہ میں جو نقصان آتا ہے۔ صدقۂ فطر سے خدا معاف کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۴) جب تک صدقۂ فطر ادا نہ کیا جائے۔ روزے آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتے ہیں۔ (ابوحفص)

(۵) صدقۂ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا چاہیئے۔ نماز عید کے بعد ادا کیا گیا۔ تو قبول نہ ہوگا۔ (بخاری۔ ابوداؤد)

(۶) صدقۂ فطر ہر قسم کے اناج، یا کھجور، یا آٹے یا پنیر، یا کشمش سے بقدر ایک صاع (پونے تین سیر) فی کس ادا کرنا چاہئے (زاد المعاد) کھاتے پیتے متمول لوگ پورا صاع ہی دیں۔

(۷) گیہوں پورے صاع کی بجائے نصف صاع (ایک سیر چھ چھٹانک) فی کس بھی دے سکتے ہیں۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

(۸) صدقۂ فطر غربا، فقرار، اور مساکین کا حق ہے۔ حضرت انورم نے فرمایا۔ انہیں آج اس قدر دو۔ کہ غنی ہو جائیں۔ اور ان کو کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہ رہے۔ (بخاری شریف)

(لہ بقیہ صفحہ ۱۲۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ۔ بخاری مسلم) حضورؐ نے صدقہ فطر فرض فرمایا۔

لہ یہ وزن مدنی صاع کا ہے۔ اسی پر عمل کرنا بہتر ہے۔

خبردار!۔ لوگ عموماً آج کل صدقہ فطر مسجدوں کے اماموں کو دیتے ہیں۔ یاد رکھیں۔ کہ ان کو دینا ہرگز جائز نہیں۔ پھر سنیں۔ کہ اس صدقہ کے مستحق صرف فقراء اور مساکین ہی ہیں، جن کے پاس کھانے کو نہ ہو۔ ائمہ مساجد کی خدمت دوسرے مال سے کرنی چاہیئے۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر سے ان کے بارِ خدمت سے سبکدوش ہونے کی سعی نہ کریں۔ اور اماموں کو بھی چاہیئے۔ کہ اگر وہ کھاتے پیتے ہوں۔ تو ایسے صدقات کو خود ہی ہرگز قبول نہ کریں۔

عید الفطر کے مسائل

(۱) عیدین میں غسل کریں۔ (طبرانی)

(۲) طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنیں۔ (طبرانی)

(۳) مردوں کے لئے ریشمی کپڑا، اور سونا (بٹن، زنجیر، انگوٹھی وغیرہ) پہننا حرام ہے، رسولِ خدا نے فرمایا۔ ریشم اور سونا پہننے والے مردوں پر اللہ تعالےٰ جنت کی نعمتیں حرام کر دیتا ہے، اور انہیں ذلیل وخوار کر کے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کرے گا۔ (بخاری مسلم)

(۴) عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز عید کو جانا چاہیئے۔ حضرتِ انورؐ ساتھ کھجوریں کھایا کرتے تھے۔" (طبرانی)

(۵) عیدگاہ پیدل جائیں۔ ہاں عذر کے سبب سواری پر

جا سکتے ہیں ۔ (ترمذی)

(۶) مرد، عورتیں، بچے سب عیدگاہ جائیں ۔ (مشکوٰۃ)

(۷) جب آفتاب دو نیزے پر آجائے، تو نماز پڑھ لیں ۔ (تلخیص)

(۸) اس نماز کو جنگل میں ادا کرنا مسنون ہے ۔ (بخاری)

(۹) عذر (بارش وغیرہ) کے سبب شہر میں پڑھ لینی جائز ہے ۔ (ابوداؤد)

(۱۰) عیدین میں منبر نہ لے جائیں ۔ (مسلم)

(۱۱) عیدین کی نماز میں نہ اذان کہیں نہ تکبیر ۔ (مسلم)

(۱۲) خطیب اپنے خطبہ میں تکبیریں بکثرت کہے ۔ (ابن ماجہ)

(۱۳) عیدین کے روز، روزہ رکھنا حرام ہے ۔ (مسلم)

(۱۴) جس شخص کی عید کی نماز جماعت سے فوت ہو جائے، وہ اکیلا ادا کرلے ۔ اگر کئی آدمی ہوں ۔ تو جماعت کرلیں ۔ اسی طرح جو مرد، اور عورتیں کسی عذر کی وجہ سے عیدگاہ نہ جا سکیں ۔ وہ گھر میں ہی نماز عید پڑھ لیں " (ابوداؤد)

(۱۵) نماز دیر کر کے پڑھنا خلاف سنت ہے ۔ (ابوداؤد)

(۱۶) عیدین کی نماز کو جاتے ہوئے، اور واپسی پر تکبیریں بکثرت پڑھیں :-

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (دار قطنی)

(۱۷) عیدین کی نماز صرف دو رکعتیں ہیں۔ ان دو رکعتوں سے نہ پہلے کوئی نماز ہے اور نہ بعد۔ (بخاری مسلم)

(۱۸) عیدین میں نماز پہلے ہے اور خطبہ بعد میں (بخاری مسلم)

(۱۹) جس راستہ جائیں، آتے وقت راستہ بدل کر آئیں۔ (ترمذی)

(۲۰) عیدین کے خطبہ میں وقت کی ضرورتوں، لوگوں کی مصلحتوں سیاسی، اخلاقی، تمدنی، معیشی، اور معاشرتی حالات پر روشنی ڈالنی چاہیئے۔ صرف ایک ہی "پوتھی" (پنجابی خطبہ) ساری عمر لوگوں کو نہیں سناتے رہنا چاہیئے۔ بخاری شریف میں ابی سعید خدری رضؓ کی روایت موجود ہے:۔

یَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْئٍ اَمَرَبِہٖ۔

"حضور صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبۂ عید میں (حالات کے تقاضوں کے مطابق) نصیحت کرتے، وصیت فرماتے اور (قومی ضرورتوں اور دینی مطالبوں کا) حکم کرتے، اور اگر کوئی فوج (جہاد کے لئے) بھیجنا چاہتے، تو اسے بھیجتے، اور لوگوں کو مصلحتوں اور (ان کے اہم) امور کے متعلق ارشاد فرماتے" (بخاری)

نماز عیدین کا طریقہ

عیدین کی نماز میں قرأت سے پہلے پہلی رکعت میں (سوائے تکبیر اولے کے) سات تکبیریں کہنی چاہیئے۔ ٹھیر ٹھیر کر

ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں۔ اور ہر تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیا کریں۔ (ترمذی۔ بیہقی)

دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پھیر پھیر کر پانچ تکبیریں کہیں۔ اور بدستور ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں۔ اور ہاتھ باندھیں۔ (ترمذی)

پہلی رکعت میں سورۂ قٓ، اور دوسری میں قمر پڑھیں' یا پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ اَتٰكَ۔ (ترمذی)

انتباہ:۔ رکوع۔ سجود۔ قومہ۔ جلسہ، نماز کے ارکان ہیں۔ اور فرض ہیں۔ چونکہ ان کی تعدیل و طمانیت کے بغیر نماز منتفی ہو جاتی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ پورے اطمینان سے رکوع کریں۔ اور قومہ میں خوب چین سے سیدھے کھڑے رہیں۔ پھر اطمینان سے سجدہ کرکے جلسہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں۔ اور پھر دوسرا سجدہ آرام سے کرکے کھڑے ہوں۔ رکوع و سجود کی تسبیحوں کے علاوہ قومہ و جلسہ میں مسنون دعائیں بھی ضرور پڑھیں۔

خبردار! ۔ ان ارکانِ اربعہ میں عجلت اور عدم طمانیت نماز کو برباد کر دیتی ہے۔ ہزاروں مقتدیوں کا بوجھ اٹھانے والے اماموں کو ان امور کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔

عِیدُ الاضحیٰ

حضرت ابراہیمؑ کا سفرِ عرب

خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام خدائے لم یزل کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضؓ اور اپنے اکلوتے شیرخوار لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملک شام سے لے کر سرزمینِ عرب میں پہنچتے ہیں۔ اور سنسان — بیابان میں بٹھا کر ایک پانی کی چھاگل اور کچھ چھوہارے دے کر بغیر کچھ کہے سنے پیٹھ پھیر کر جادہ پیما ہو جاتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ رضؓ محوِ حیرت ہو کر بے چینی اور اضطراب کے عالم میں پوچھتی ہیں۔ خلیل الرحمٰن۔ خدا کے برگزیدہ پیغمبر! آپ ہمیں اس حدود فراموش صحرا کی وحشتناک تنہائی میں چھوڑ کر کہاں چلے ہیں؟ — جواب درکنار — حضرت ابراہیمؑ نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ کہ کس نے بلایا ہے؟ — حضرت ہاجرہ اٹھیں۔ کہ اپنے پیارے خاوند کو پکڑیں۔ لیکن حضرت خلیل اللہ اپنی رفتار کو تیز تر کر دیتے ہیں — حضرت ہاجرہ رضؓ نے ناچاری کی حالت میں عرض کیا۔ کہ اچھا اتنا تو فرمائیے۔ کہ کیا آپ ہم پر ناراض ہو کر چھوڑ چلے ہیں۔ یا ایسا کرنے کا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ ہاں میرے پروردگار نے مجھے ایسا حکم دیا ہے۔ پھر حضرت ہاجرہ رضؓ

نے کہا:-

اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا اللّٰہُ اَبَدًا ۔ (بخاری)

"پھر تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہ کرے گا"

(ہاجرہ رضہ کے سر کے تاج) شوق سے تشریف لے جائیے۔

(اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے)۔

یہ کہہ کر ہاجرہ واپس آئیں۔ اور اپنے نورِ نظر کو گود میں لے کر آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ تھوڑے وقت میں چھاگل کا پانی اور کھجوروں کا ناکافی توشہ ختم ہو گیا۔ اور پھر بھوک اور پیاس نے بید غلبہ کیا — بے کسی — بے بسی — اور کس مپرسی کا عالم — چٹیل، سنسان، اور لق و دق بیابان کی ہمہ گیر تنہائی — کالے کوسوں تک، حیوان ناطق چھوڑ، پرند و چرند کا نام و نشان نہ تھا۔ وسعت نظر کی تنہا — اور صدہا امیال کی مسافتِ صحرا، نا آشنائے آب و گیاہ تھی۔ ہر سمت ریت کے ڈھیر اور نہ ختم ہونے والی پہاڑیوں کے سلسلے کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا — سکتہ کا عالم، اور غضب کا سناٹا دیکھ کر بے یار و غمخوار ہاجرہ رضہ سناٹے میں آگئیں۔

لختِ جگر کے ہونٹ مارے پیاس کے خشک، — اور زبان درشت ہو گئی۔ گلاب کا سا چہرہ مرجھا گیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت کے سبب ماں کی زبوں حالی، اور تشنہ کامی کے

سوا بچہ کی حالت نازک ہو گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ۔ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے، اور سسکیاں بھرنے لگ گیا۔ سانس رک رک کر چلنے لگا۔ نبض چھوٹنے لگی۔ اور حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا فرزند ٹانگیں رگڑ رگڑ کر دم توڑنے لگا۔ مامتا بھری ماں پاس بیٹھی منہ دیکھ رہی تھی۔ بچہ کی نعل در آتش اسے آتش زیر پا کر رہی ہے۔ دنیا اس کی نظر میں اندھیر ہے۔ وطن کی دوری۔ خاوند کی مجبوری۔ بچہ کی نازک حالی۔ اپنی بے بسی، بھوک اور پیاس۔ خوف اور ہراس۔ ریت اور بلا کی دھوپ، متواحش بیابان۔ اور اس پر معصوم جان کا اماں، اماں، پکارنا۔ اور بے کس دکھی ماں کا قربان ہونا۔ بچہ کا پانی مانگنا، اور ماں کی آنکھوں کا برکھا برسنا۔ آخر جگر تھام کر رہ جانا۔ عجب دل خراش منظر تھا۔

سعی صفا مروہ کی داغ بیل

حضرت ہاجرہ رضؓ اپنے نورِ نظر کی اس دردناک حالت کی تاب نہ لا کر بے قراری سے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ادھر ادھر نظر دوڑاتی ہیں۔ کہ کہیں پانی کا سراغ ملے۔ لیکن یاس و قنوط کے سیاہ بادل مطلعِ آرزو کو تاریک کر دیتے ہیں۔ گھبرا کر پانی کی تلاش میں صفا پہاڑی پر دوڑتی ہوئی چڑھتی ہیں۔ پر پانی کا کہیں

نشان نہیں ملتا۔ پھر اتر کر مروہ پر چڑھ جاتی ہیں ـــ کہ شاید یہاں ہی پانی ہو ـــ لیکن پانی یہاں بھی نہیں ملا۔ (صفا مروہ کی سعی کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے)۔

جب حضرت ہاجرہ رضؓ کو ان کی کوہ آسا تگ و دو ثمر بار ہوتی نظر نہیں آتی۔ تو پھر ان کی دریا بار نگاہ آسمان کی طرف اٹھتی ہے۔ اتنے میں غیب سے آواز آتی ہے۔

مَنْ أَنْتِ ـــ تم کون ہو؟

حضرت ہاجرہ رضؓ جواب دیتی ہیں۔

أَنَا أُمُّ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ هَاجِرَةُ ـــ میں ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی والدہ ہاجرہ ہوں۔

فرشتہ پوچھتا ہے۔

إِلَى مَنْ وَكَلَكُمَا ـــ حضرت ابراہیم (اس سنسان بیابان) میں، تمہیں کس کے سپرد کر گئے ہیں؟

حضرت ہاجرہ رضؓ جواب دیتی ہیں۔

وَكَلَنَا إِلَى اللّٰهِ ـــ وہ ہمیں خدا کو سونپ گئے ہیں۔

حضرت جبرئیل فرماتے ہیں۔

وَكَلَكُمَا إِلَى كَافٍ۔ (بخاری) ـــ پھر تو وہ تمہیں خدائے کافی کو سونپ گئے ہیں! ـــ (یعنی فکر نہ کرو۔ خدا تمہارے لئے کافی ہے)۔

چاہِ زمزم اور مکہ کی ابتداء

صحیح بخاری میں ہے۔ کہ (پھر اس جگہ، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری۔ اور پانی زمین سے پھوٹ کر نکل آیا۔ (یہی چاہِ زمزم ہے)۔ پھر یہ پانی حضرت ہاجرہ رض نے پیا۔ اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔ یہ پانی انہیں مائیت کے علاوہ غذائیت کا کام بھی دیتا تھا۔ اب پانی کی وجہ سے اس جگہ کچھ لوگ رہنے لگ گئے۔ اور رفتہ رفتہ ایک چھوٹی موٹی بستی آباد ہوگئی۔ (اسی کا نام مکہ مکرمہ ہے)۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام یہیں پلے پوسے، اور جوان ہوئے۔ اسی بستی میں نکاح کیا۔ آپ ہی کی اولاد عرب کہلائی۔ اور آپ ہی کی نسل سے جناب رحمت للعالمین، خاتم النبیین، حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

کعبۃ اللہ کی بنیاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اپنی بیوی اور بچہ کو بحکم خداندی یکہ و تنہا ریگستان میں چھوڑ گئے تھے۔ ایک بار اس صحرا میں واپس آئے۔ اپنے پیارے بیٹے کو ملے۔ آنکھیں چومیں۔ پیشانی کو بوسہ دیا۔ سینے سے لگایا۔ اور فرمایا!۔ بیٹا!۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ اس جگہ خدا کا گھر۔ بیت اللہ تعمیر کروں۔ اور اس کام میں تم میری مدد کرو!

چنانچہ دونوں نے خدا کے حکم کے مطابق بیت اللہ کی بنیاد رکھی۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ (پ۱) "حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھاتے تھے"

عِیْدُ الْاَضْحٰی کا آغاز

بہت سے پڑھے لکھے لوگ اس عید کا تلفظ (PRONUNCIA-TION) غلط کرتے ہیں۔ صحیح تلفظ عِیْدُ الْاَضْحٰی ہے۔ اَضْحٰی جمع ہے اُضْحِیَّۃ کی۔ اُضْحِیَّۃ کے معنی قربانی کے ہیں — اور عید الاضحیٰ کے معنی ہوئے "قربانیوں کی عید"۔ اب اس عید کی قربانی کی ابتداء کا حال کلیجہ تھام کر سنیئے:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب میں دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے لختِ جگر، لاڈلے، اور اکلوتے بیٹے کو خدا کے نام پر ذبح کر رہے ہیں۔ آنکھ کھلتے ہی خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ صبح بیٹے کو نہلا دھلا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا کر گھر سے باہر دو میل دور — وادیٔ منا — میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ راستے میں بچہ کھیلتا، کودتا، ہنسی خوشی، پیاری پیاری باتیں کرتا آپ کے ہمراہ چلا جاتا ہے۔ مقام منٰے پہنچ کر باپ بیٹے کے درمیان یہ لرزہ خیز مکالمہ ہوتا ہے۔

باپ:- يَا بُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى - (پ ۲۳ ع ۷)

میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے، کہ میں تجھے (خدا کے نام پر) ذبح کر رہا ہوں۔ (بتاؤ!) تمہاری کیا مرضی ہے؟

بیٹا:- يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ - (پ ۲۳ ع ۷)

"ابا جان! حکم الٰہی کی فوراً تعمیل کیجئے۔ (خنجر پکڑیں۔ جان حاضر ہے) انشاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے"!

پیارے والد! ہنگام ذبح میرے ہاتھ پاؤں باندھ لینا۔ مبادا تڑپوں اور بے صبر ٹھہروں۔ اور تڑپنے سے آپ کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑیں گے، جنہیں دیکھ کر میری والدہ بے قرار ہوگی — اور خدا کے حکم کی قربان گاہ پر مجھے بھینٹ چڑھاتے وقت الٹے منہ لٹانا — کہیں ایسا نہ ہو کہ میری صورت پر آپ کی آنکھیں گڑ جائیں۔ محبت کا طوفان امڈ آئے۔ اور پھر بے خودی ہاتھ سے خنجر گرا دے! — ابا جان! چھری تیز کرو۔ کہ رب العالمین کی ملاقات کے لئے جان بے تاب ہے۔ گھر پہنچ کر والدہ مکرمہ کو میرا آخری سلام عرض کرنا۔ اور انہیں تسلی دینا — لو — اب رخصت! — بسم اللہ کیجئے۔

باپ بیٹے کا سر منہ چوم کر آخری پیار کرتا ہے، اور کہتا ہے،

جانِ پدر! میں تم پر بہت خوش ہوں، کہ تم اپنے حقیقی مالک کے نام پر سرفروشی کے لئے بخوشی تیار ہو۔ میں نے تمہیں خدا کو سونپا۔

پھر باپ بیٹے کا کرتہ اتارتا ہے۔ اور اسے منہ کے بل زمین پر گرا کر تیز چھری حلق پر پھیرنے لگ جاتا ہے۔ اتنے میں ملاء اعلےٰ کے حریمِ ناز کے نورانی حجاب کو جنبش ہوتی ہے۔ شانِ کریمی کے دریائے ترحم میں جوش آجاتا ہے۔ اور وحی الٰہی یوں نغمہ بار ہوتی ہے۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(پ ۲۳ ع ۷)

"اے ابراہیمؑ! تم نے میرے حکم کی تعمیل کر دی۔ (بس امتحان ہو چکا) اور اجر ثابت ہو گیا"

پھر حضرت جبرئیل باذن یزداں پہنچ جاتے ہیں۔ حقیقی بیٹے کو سگے باپ کی چھری تلے سے نکال کر ایک دنبہ ذبح کرا دیتے ہیں۔ اور رحمتِ خداوندی سے فرزندوں کی قربانی کی جگہ جانوروں کی قربانی قرار پاتی ہے۔ ؎

طغیانِ نازبیں، کہ جگر گوشۂ رسول
خود زیرِ تیغ رفت و شہیدش نمی کند

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل

(۱) — رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ذی الحجہ کا سارا مہینہ حرمت والا ہے۔ اور اس مہینے کے پہلے دس دن بہت بزرگ ہیں۔ کہ ہر دن کے روزے کے بدلے اللہ تعالےٰ ایک سال کے (نفلی) روزوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور ہر رات کے قیام کا ثواب لیلۃ القدر کے ثواب کے برابر بخشتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۲) — ذی الحجہ کی نویں تاریخ (یوم عَرفہ) کا روزہ رکھنے والے کے دو برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ سال گزشتہ، اور سال آئندہ کے۔ (صحیح مسلم)

(۳) عَرفہ کے دن کے روزہ دار کو ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ (بیہقی)

(۴) — خدا تعالےٰ عَرفہ کے دن (۹ ذی الحجہ کو) اس قدر گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ کہ اور کسی دن اس قدر آزاد نہیں کرتا۔" (صحیح مسلم)

قربانی کی تاکید

قربانی کرنے کی سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہوتا ہے کہ جو شخص قربانی کی طاقت رکھتا ہو۔ اور پھر نہ کرے، وہ (نماز کے لیے) ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" (حاکم)

قربانی کے وقت افلاس

بیاہ - شادی - موت - فوت اور بوڑھے آدمی کے مرنے پر خلاف شرعی قومی رسموں، اور ملکی رواجوں پر لوگ سینکڑوں روپیہ برباد کر کے، خدا اور رسولؐ کی ناراضی مول لے لیتے ہیں۔ لیکن قربانی کے وقت افلاس ٹپکانے لگ جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ قربانی دینے والے کے لئے صاحبِ زکوٰۃ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو قربانی کا جانور خرید سکے۔ اسے ضرور قربانی کرنی چاہیئے۔ اور اگر جانور نہیں خرید سکتا۔ تو گائے کے ساتویں حصہ میں۔ شریک ہو جائے۔

قربانی، جہاد کی مشق ہے

مذہب، اور سیاست، دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ مذہب کی عملی صورت کو ہی سیاست کہتے ہیں۔ امتثالِ اوامر کی برق تپاں جہاد و سیاست کی روح رواں ہے۔ خدا تعالےٰ نے ہر سال جانوروں کے خون بہانے کا حکم دے کر دراصل میدانِ جنگ میں کافروں کی شاہ رگ کاٹنے کی مشق کرائی ہے۔ آپ نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے، یا سنے ہوں گے۔ جو اتنے کمزور دل واقع ہوئے ہیں۔ کہ ایک بٹیر تک کو خود ذبح نہیں کر سکتے۔ بلکہ کئی مردوں، اور عورتوں کو جانور ذبح ہوتے دیکھ کر دل کی دھڑکن شروع ہو جاتی ہے۔

قربانی کے جانور کا اپنے ہاتھ سے خون بہانے میں یہی راز ہے، اور پھر ہر سال اس خون بہانے پر مزاولت، اور ممارست کرنے کے حکم میں یہی حکمت کارفرما ہے۔ کہ میدان کارزار میں اَسدُاللّٰہی بے دریغ مرحبی، اور عنتری کے خون کے دریا بہا دے — قربانی کے فلسفہ جہاد سے یہ بات بھی خوب اجاگر ہو گئی۔ کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی بجائے جانور کی قیمت راہ خدا میں خرچ کرنا — ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ کہ ایسا کرنے سے نہ صرف جہاد کی سپرٹ ہی ختم ہو جائے گی۔ بلکہ قُربانی بھی عند اللہ قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ قربانی کی جگہ قیمت دینا نبی رحمت ؐ کی سنت اور تعامل صحابہ رضؓ سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے۔ فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَاوِيْنَ —

قُربانی کا اجروثواب

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں۔ کہ قُربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگ، بال، کھُر، گوشت، اور خون سمیت لایا جائے گا۔ اور اس کا وزن ستر گنا زیادہ کر کے ترازو میں رکھا جائے گا۔" (ترمذی)

(۲) حضور انور ؐ فرماتے ہیں۔ کہ قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی خدا تعالےٰ قربانی کرنے والے کے تمام اگلے گناہ بخش دیتا ہے۔" (بزار)

(۳) رحمتِ دو عالمؐ فرماتے ہیں۔ قربانی کے جانوروں کو خوب موٹا کرو۔ کہ یہ تمہارے لئے (قیامت کو) پل صراط پر سواریاں بنیں گے۔" (تلخیص)

(۴) حضور اکرمؐ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی عطا کرتا ہے۔ اور اسی طرح اُون کے بدلے بھی۔" (ابن ماجہ)

(۵) حضرت انورؐ نے ارشاد فرمایا۔ خدا تعالیٰ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل ہی قبول کر لیتا ہے۔" (ترمذی)

قربانی کے مسائل

(۱) نماز عید پڑھ کر قربانی کریں۔ اور اپنے ذبیحہ کا گوشت کھائیں۔" (مسلم)

(۲) ایک گائے میں سات آدمی۔ اور ایک اونٹ میں دس آدمی شرکت کر سکتے ہیں۔

(۳) ایک بکرا، یا بھیڑ، ایک گھر کی طرف سے کافی ہے۔ چاہے گھر والوں کی تعداد کتنی ہی ہو۔ (ابوداؤد)

(نوٹ):- یہ جواز کی صورت ہے، ورنہ ریا کے بغیر جس قدر زیادہ جانور قربانی کریں۔ اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سَو اونٹ قربانی دیئے تھے۔

(۴) قربانی کا گوشت خود کھائیں۔ دوست، احباب،

کنبے، قبیلے، اور محتاج و مساکین کو کھلائیں۔ اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہیں" (ابوداؤد)

(۵) دُنبہ، دُنبی اور بھیڑا، بھیڑ کم از کم چھ مہینے کا ذبح کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہر قربانی کا جانور دو دانت سے کم نہ ہو" (مشکوٰۃ شریف)

انتباہ :- بعض لوگ جانور بیچتے وقت کہتے ہیں۔ کہ یہ بکرا یا گائے اگرچہ دو دانت والے نہیں ہیں۔ لیکن دو دانت والوں سے زیادہ فربہ اور طاقت ور ہیں۔ اس لئے ان کے ذبح کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ خبردار! — دھوکا نہ کھائیں — اور ایسا جانور قربانی کے لئے ہرگز نہ خریدیں۔ ورنہ قربانی ضائع جائے گی۔ اس بارے میں ہم آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم سناتے ہیں۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں :-

لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّاْنِ۔ (مسلم)

"تمہیں دانت والا جانور ہی قربانی میں ذبح کرنا چاہیئے ہاں اگر وہ نہ مل سکے۔ تو پھر بھیڑ (دنبہ) کا چھ مہینہ کا بچہ بغیر دانت کے ذبح کر لو"

(۶) پورا لنگڑا، بالکل کانا۔ نہایت ہی پتلا دبلا، بہت بیمار، آدھا یا آدھے سے زیادہ کان کٹا، چرے ہوئے

اور سوراخ دار کان والا — آدھا یا آدھے سے زیادہ ٹوٹے سینگ والا — اور بہت بوڑھا جانور، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو — قربانی میں جائز نہیں۔" (ابوداؤد)

(۷) — ہنگامِ ذبح جانور کے کلّہ (سر) پر قدم رکھیں۔ اور تیز چھُری سے ذبح کریں۔" (بخاری۔مسلم)

(۸) نماز عید سے پہلے جو قربانی کرے گا۔ اس کی قربانی خدا قبول نہیں کرتا۔" (بخاری)

(۹) عید کے دن سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک قربانی جائز ہے۔" (ابن کثیر)

(۱۰) قربانی کرنے والا شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی کرنے تک سر نہ منڈائے، نہ بال ترشوائے — نہ ناخن کٹوائے۔ اور نہ ہی جسم کے کسی حصہ کے بال لے۔"

(ابوداؤد)

رحمتِ ایزدی کی ذرّہ نوازی

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص قُربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر اپنے بال، ناخن نہ لے (یعنے نماز عید تک حجامت نہ کروائے)۔ اور عید کی نماز پڑھے۔ تو خدا تعالےٰ اس (تمنائے قربانی کے صراپے) کو قربانی کا پورا ثواب عطا فرماتا ہے۔ (ابوداؤد)

(نوٹ):- بعض روایات میں حاملہ ظاہر اور دودھ والے جانور کی قربانی منع آئی ہے، اس لئے ایسا جانور قربانی کے لئے نہ خریدیں۔

قربانی کی دعا اور طریق ذبح ابوداؤد میں حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ

قربانی کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دنبے سینگ دار۔ چتکبرے، خصی، قبلہ رخ لٹا کر (ہنگام ذبح) یہ دعا پڑھی:-

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ ....

(اس جگہ یعنی عَنْ کے بعد اپنا نام، یا جس کی طرف سے قربانی کی جائے، اس کا نام لیں)۔

پھر یہ دعا پڑھ کر جانور کی گردن پر اپنا پاؤں رکھکر
بہت تیز چھری سے —

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

کہہ کر بہت پھرتی سے ذبح کر ڈالیں۔ (بخاری مسلم۔ ابوداؤد)
دعائے قربانی کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

" میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر (جسے سنت خیرالوریٰ کا شرف حاصل ہے) چلتے ہوئے اس ذات پاک کی طرف (پورے خلوص سے) توجہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی — اور میں (شرک سے بیزار، توحید کا پرستار ہوں۔ بیشک میری نماز۔ اور میری قربانی — میری زندگی، اور میری موت صرف اللہ (ہی کی خوشنودی) کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا بلا شرکت غیرے پروردگار ہے، مجھے اس (عقیدہ توحید پر قائم رہنے) کا حکم دیا گیا ہے۔ اور (قولاً اور عملاً) مسلمان ہوں۔ اے اللہ! یہ (قربانی) تیری ذات (کے وسیلہ) سے کرنے لگا ہوں) اور تیرے ہی نام پر اس کو میں (یا فلاں کی طرف سے) بھینٹ چڑھاتا ہوں "

اُمت کی طرف سے قربانی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو بڑے سینگوں والے۔ چتکبرے خصّی مینڈھے منگوائے۔ اور انہیں قربانی کرتے وقت کہا۔ یا الٰہی! تو اس قربانی کو میری۔ اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔ (میرے وہ امتی) جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں" (ابوداؤد)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ

گائے کی قربانی

صحیح بخاری میں ہے ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِہٖ بِالْبَقَرِ۔ حضورؐ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی"

صحیح مسلم میں ہے۔ جابر بن عبداللہ رضؓ روایت کرتے ہیں:-

نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَیْبِیَۃِ الْبَقَرَۃَ عَنْ سَبْعَۃٍ۔ (مسلم)

"صحابہ رضؓ نے صلح حدیبیہ والے سال (۶ھ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں نے شریک ہوکر گائے کی قربانی کی"

ابن ماجہ میں ہے۔ اَمَرَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْحَرُوْا الْبَقَرَ۔ "حضورؐ نے صحابہ رضؓ کو گائے کی قربانی کا حکم دیا"

گائے کی قربانی کی فضیلت جمہور کا اتفاق ہے۔ کہ بکری کی قربانی سے گائے کی قربانی افضل ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وَالبقر افضل من الذکر من المعز۔ یعنے گائے کی قربانی بکرے کی قربانی سے افضل ہے۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں۔ وافضلھا الابل ثم البقر ثم الغنم۔ بکرے سے گائے کی قربانی افضل ہے۔"

قُربانی کی کھال کا حکم (۱) جو کوئی قربانی کی کھال بیچ کر اپنے کام میں لائے گا۔ اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی۔

من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ۔ (رواہ الحاکم)

(۲) قربانی کی کھال قصاب، سقہ، اور دائی وغیرہ کو اجرت میں دینی منع ہے۔ (ابوداؤد)

(۳) قربانی کی کھال فی سبیل اللہ دینی چاہیے۔ (بخاری مسلم)

(۴) قربانی کی کھال کے مستحق فقراء اور مساکین ہیں۔"

(بلوغ المرام)

قُربانی کی کھال کا مُصلّےٰ قربانی کی کھال کو فروخت کیے بغیر اپنے مصرف میں لانا جائز ہے۔ مثلاً اس کا ڈول۔ مشک۔ بستر۔ یا پوستین، یا مصلے

وغیرہ بنوا کر اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک کا فتویٰ ہے۔ وَ استمتعوا بجلودھا ولا تبیعوھا ۔" قربانی کی کھال سے (ہر طرح کا) فائدہ اٹھالو۔ ولیکن فروخت نہیں کر سکتے"۔ (منتقی)

عید الاضحٰی کی نماز

(۱) عید کے دن غسل کر کے اچھا لباس پہن کر خوشبو لگا کر بغیر کچھ کھائے عید گاہ جائیں"۔ (بخاری مسلم)

(۲) جس راستے سے عید گاہ جائیں، واپسی پر راستہ بدل کر آئیں"۔ (بخاری)

(۳) اس عید کی نماز جب آفتاب ایک نیزے پر آجائے تو پڑھ لینی چاہیئے"۔ (بخاری)

عید الاضحٰی کی نماز اولاً ۲ھ میں پڑھی گئی۔ پھر حضور نے کبھی ترک نہیں کی۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر دعائے افتتاح پڑھیں۔ پھر ٹھیر ٹھیر کر سات تکبیریں کہیں۔ ہر بار رفع الیدین کریں اور ہاتھ باندھیں۔ پھر بلند آواز کے ساتھ قرأت پڑھیں ——— دوسری رکعت میں سیدھے کھڑے ہو کر پہلے پانچ تکبیریں کہیں ——— ہر تکبیر پر بدستور رفع الیدین کریں۔ اور ہاتھ باندھیں"۔ (ابوداؤد)

امام پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قٓ اور دوسری میں اقترب الساعۃ پڑھے۔ یا سبح اسم اور ھل اتٰک۔

عید کے دن سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک (نمازوں کے بعد) یہ تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔
(دار قطنی)

قربانی کیخلاف عطائیوں کا واویلا

قربانی کے متعلق بعض لوگ یہ پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے مکہ میں ہی دینی ضروری ہے۔ مکہ کے سوا دنیا کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ پر جو لوگ قربانی دیتے ہیں۔ وہ ناجائز ہے۔ پھر اس چیز کو زبانی ہی ہوا نہیں دی جا رہی ہے بلکہ اسے معرض اشاعت میں بھی لایا جا رہا ہے ــــ اور اس پراپیگنڈا سے کئی پڑھے لکھے لوگ جو مذہب سے ــــ سطحی واقفیت رکھتے ہیں ــــ متاثر ہو رہے ہیں۔ اور اپنے تاثر کی آگے تشہیر کر کے عوام میں شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں۔

ہمیں متعدد خطوط اور "پاکستان ٹائمز" کے تراشے بھجوا کر اس

طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ مسئلہ قربانی کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے۔ اگرچہ اخبار و جرائد کے ذریعہ بھی ہم ایک حد تک اس مسئلہ کو واضح کر چکے ہیں۔ لیکن حج کے علاوہ جو قربانی گھر گھر دی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت ہم یہاں بھی کما ینبغی بیان کرتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ کتاب کے اندر دوام حیات پاکر ہمیشہ کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔

عمل بالقرآن کی صورت

قربانی کی اصلیت سمجھنے سے پہلے یہ حقیقت جان لینی چاہئے کہ قرآن نے خدائی احکام و فرائض کو اصولی اور اساسی (FUNDAMENTAL) طور پر بیان کیا ہے۔ اور ان پر عمل درآمد کے طریقے اور قاعدے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (پ۲۸ ع۴)۔ "اور جو (احکامِ خداوندی عملی صورت میں) دے تم کو رسول پس پکڑ لو اس کو" مثلاً ۔ اقیموا الصلوٰۃ ۔ "نماز قائم کرو" سے نماز کی صرف فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اور نماز کا قیام، رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ، وغیرہ — اور ان حالتوں میں پڑھنے کی دعائیں قرآن نے نہیں بتائیں۔ بلکہ یہ سب کچھ امت نے فَخُذُوْهُ ۔ کے خدائی حکم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے لیا ہے۔ قرآن نے نماز کی ہیئت کذائی نہیں بتائی۔

اسی طرح قرآن نے زکوٰۃ کو فرض کیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کا نصاب، اور شرح زکوٰۃ بیان نہیں کی۔ کیونکہ یہ ۔۔ امت نے رسول پاکؐ سے سیکھنا ہے۔ اور پھر زکوٰۃ کے ذکر میں قرآن نے صرف سونا، چاندی ہی کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ سونے اور چاندی کے سوا گائے بھینس اونٹ ۔ بھیڑ۔ بکری ۔ اناج ۔ پھل ۔ انگور۔ اور شہد میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ اور ان کا نصاب، اور شرح زکوٰۃ بھی مقرر ہے ظاہر ہے کہ ان چیزوں کا ذکر بھی قرآن میں نہیں ہے، اور امت نے یہ سب کچھ فعلِ رسولؐ سے ہی لیا ہے۔ اسی طرح روزوں، کے سینکڑوں مسائل بھی ہم نے سنت رسولؐ سے ہی حاصل کئے ہیں۔ اور مناسکِ حج بھی رسولِ خدا نے اپنے عمل سے ہی مسلمانوں کو تعلیم فرمائے ہیں۔ پھر ختنہ، عقیقہ، ایجاب و قبول، تدفین و تکفین، ہجرت لو جہاد کے ضروری مسائل، تمدنی، معیشی، اور معاشرتی زندگی کے اسلامی اصول و قواعد ۔۔ سینکڑوں کفر و شرک، اور بدعات کے مدخلِ آتش ۔ عقائد و اعمال سے بچنے کے احکام، قرآن کے ماننے والوں نے "قرآن ناطق" ہی سے سیکھے ہیں۔

قربانی کی دو حیثیتیں

اسی طرح مسلمان بھائیوں کو مسئلہ قربانی سمجھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (پ ۳۰) "اپنے رب

کی نمازیں پڑھتا اور قربانیاں دیتا رہا۔"

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ رسولِ خدا نے اللہ تعالیٰ کے اس قربانی دینے کے حکم کو کس طرح عملی جامہ پہنایا ہے۔ حضور کی سنت اور روش سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے مکہ میں حج کے دوران بھی قربانی دی ہے۔ اور گھر میں بھی یقیناً دیتے رہے ہیں۔ جو قربانی مکہ میں حج پر دی جائے اسے ھَدْی کہتے ہیں اور گھر پر دی جانے والی قربانی کو اُضْحِیَّہ بولتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں حج کی قربانیوں کو کتاب الحج کے ماتحت باب الھدی کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اور گھروں میں کی جانے والی قربانیوں کا ذکر کتاب الاضحیہ میں آیا ہے۔ تو اضحیہ گھروں میں کرنے والی قربانی ہوتی۔ اور اس کے احکام و مسائل بھی علیحدہ ہیں، اور ھدی حج میں کرنے والی قربانی ٹھیری۔ اور اس کے احکام و مسائل جدا ہیں، دیکھیے۔ امام بخاری رح نے حج کی قربانیوں کو کتاب المناسک میں بیان کیا ہے۔ اور گھروں کی قربانیوں کو کتاب الاضحیے میں لائے ہیں۔ اسی طرح موطا، امام مالک کے اندر کتاب الضحایا میں گھروں کی قربانیاں مذکور ہیں ــــ اور باب الھدی میں حجّ کی قربانیوں کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اسی طرح صحیح مسلم۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی۔ تمام کتب حدیث میں گھروں کی قربانیوں کو کتاب الاضاحی

میں بیان کیا گیا ہے۔ اور حج کی قربانیاں کتاب الھدٰی میں مذکور ہیں۔ بعینہٖ فقہ کی کتابوں میں بھی دو علیحدہ علیحدہ باب باندھے گئے ہیں۔ جن میں حج اور گھروں کی قربانیوں کے جدا جدا احکام بتائے گئے ہیں۔ امید ہے۔ قارئین کرام ھدٰی اور اضحیہ کا فرق بخوبی سمجھ گئے ہونگے۔

حج کی قربانیاں

اب آپ کے سامنے حج کی قربانی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جسے ھَدٰی کہتے ہیں۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے۔ کہ جب آدمی حج کی نیت سے احرام باندھ لے۔ اور پھر کسی دشمن کے ڈر سے، یا کسی اور تکلیف کے باعث خانہ کعبہ نہ پہنچ سکے۔ تو اپنی طرف سے بطور کفارہ کے قربانی کا جانور حرم پاک میں بھیج دے۔

دوسری صورت یہ ہے۔ کہ جو شخص احرام باندھ لینے کے بعد کسی مجبوری کی وجہ سے سر کے بال کٹوا ڈالے۔ تو قربانی کا کفارہ دے۔

تیسری صورت قربانی دینے کی شکرانے کے طور پر ہے۔ کہ جو شخص ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں ادا کرے، تو اس تمتع کے شکرانہ میں قربانی دے۔ چنانچہ۔ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ میں قرآن کے اندر اسی قربانی کا ذکر آیا ہے۔

اسی طرح اگر محرم شکار کر بیٹھے۔ تو اس کو بھی قربانی دینی پڑیگی ایسے ہی طواف الزیارت سے قبل اگر کوئی اپنی بیوی سے صحبت کرے۔ تو وہ بھی قربانی دے گا۔ موطا ر امام مالک میں ہے۔ کہ ایک شخص نے مقام منا میں طواف الزیارت سے پہلے اپنی بیوی سے مجامعت کرلی۔ تو عبداللہ ابن عباس رضؓ نے اس کو ایک اونٹ قربانی دینے کا حکم فرمایا۔

پھر ایک قربانی اور ہے۔ کہ آدمی خود تو کسی وجہ سے حج کرنے نہ جائے۔ اور بطور ھدیہ کے قربانی کسی کے ہاتھ بیت اللہ بھیج دے۔ چنانچہ ابوداؤد میں کتاب الحج میں ایسی قربانی کا ایک مستقل باب باندھا گیا ہے۔ یعنی "ھدی بھیج کر خود ٹھیرے رہنا" اسی باب میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ ——

"میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے قلادے[1] بٹے۔ پھر آپ نے اونٹوں کو اشعار کرکے اور قلادے پہنا کر بیت اللہ کو بھیج دیا۔ اور آپ خود مدینہ میں قیام پذیر رہے۔"

بغیر پانی مرنیکی وجہ | بعض لوگوں کو رسولؐ خدا کے اس ہدی بھیجنے سے یہ مغالطہ لگ گیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ ہی میں جائز ہے۔ گھر پر نہیں۔ اگر مکہ کے سوا

---

[1] پٹے جو مکہ میں قربانی دیئے جانے والے جانوروں کا نشان ہوتا ہے۔ (صادق)

کسی اور جگہ جائز ہوتی۔ تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اونٹوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی کے ہاتھ کیوں خانہ کعبہ بھیجتے؟ ان بھائیوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ اونٹوں کا بھیجنا قربانی کی متعدد اقسام میں سے ہے۔ اور یہ ارسال ھدٰی ۔ گھر پر قربانی دینے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہ ھدی مکہ بھیج کر گھر پر بھی قربانی (اضحیہ) کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے پھر تمام محدثین نے حضورؐ کے اس ارسال ھَدْی کو کتاب الحج کے "باب الھَدْی" میں ذکر کیا ہے "کتاب الاضحیہ" میں بیان نہیں کیا۔ جو اس بات کی دلیل ہے۔ کہ گھر پر ٹھیرے رہ کر مکہ میں قربانی بھیجنا ایک علیحدہ چیز ہے۔ الگ قسم ہے، اقسام ھدٰی کی ایک نوع ہے۔ جس کا حکم دوسرا ہے۔ اور اس کے اثبات سے گھروں کی قربانی کی نفی کرنا دین کو پورے طور پر نہ جاننے کا ثبوت ہے۔ اور ــــ فنِ عمارت سیکھے بغیر شاہی عمارتوں کے ٹھیکے لینا ہے ــــ تمام روئے زمین پر آپ کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔ جس نے دین باقاعدہ اساتذہ سے پڑھا ہو۔ اور پھر وہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں ارسالِ ھَدْی کو گھروں کی قربانی کے منافی قرار دے ــــ!

قرآن مجید میں سورہ بقرہ اور سورہ حج میں جن قربانیوں کا ذکر

آیا ہے۔ وہ یہی قربانیاں ہیں۔ جن کا حال آپ اوپر پڑھ آئے ہیں قرآن نے ان قربانیوں کو موضوع حج کے ضمن میں بیان کیا ہے، یعنے اصل موضوع حج ہے۔ قربانی نہیں۔ اب آپ کو معلوم ہوگیا کہ یہ قربانیاں حج کی بھول چوک اور حج کے کسی ضابطے کی خلاف ورزی کے سبب دینی پڑتی ہیں۔ اگر حاجی سے کسی قاعدہ اور اصول کی خلاف ورزی نہ ہو۔ تو مذکورۃ الصدر قربانیاں دینی لازم نہیں آئیں گی۔ ہاں رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر ہر حاجی بخوشی قربانی دے سکتا ہے۔ کہ حضورؐ نے آخری حج کے موقعہ پر سو اونٹ اللہ کے نام پر قربان کئے تھے۔

حاجی پر قربانی واجب نہیں

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین رہے۔ کہ جب حاجی حج کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ اور مسافر پر نہ قربانی واجب ہے نہ نماز عید۔ یہی وجہ ہے کہ حاجی لوگ دسویں ذی الحجہ کو طواف وغیرہ ہی کرتے ہیں۔ اور نماز عید نہیں پڑھتے برخلاف اس کے مقیم پر نماز اور قربانی دونوں واجب ہیں۔ کہ وہ گھر پر نماز بھی پڑھے۔ اور پھر قربانی بھی ضرور دے۔

گھروں کی قربانیاں

اب آپ گھر پر قربانی کرنے کے دلائل سنیں۔ یہ دلائل اور شواہد آپ کو کتب حدیث

"کتاب الاضحیٰ" میں ملیں گے۔ اور یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ دسویں ذی الحجہ کو جو عید آتی ہے۔ اس کا نام عید الاضحیٰ ہے۔ عید الہدیٰ نہیں۔ اور اضحیٰ ان قربانیوں کو کہتے ہیں، جو ہر جگہ دسویں۔ گیارھویں۔ اور بارہویں ذی الحجہ کو کی جائیں۔ اور ھدیٰ ــ مخصوص مکہ میں کی جانے والی قربانی کو بولتے ہیں۔ تو گویا عید الاضحیٰ کے نام سے ہی گھروں والی قربانی کو حج والی مکے کی قربانی پر ترجیح اور اہمیت حاصل ہے۔

کہا گیا ہے۔ کہ رسولؐ خدا سے عید کے موقعہ پر مدینہ میں قربانی کرنا ثابت نہیں ہے۔ گزارش ہے، کہ درحقیقت یہ بات صرف وہی لوگ کہہ سکتے ہیں۔ جو دین کا محض سطحی علم (SUPERFICIAL KNOWLEDGE) رکھتے ہوں۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام زندگی ہر سال عید پر مدینہ میں قربانی کرتے رہے ہیں۔ ترمذی میں صحیح حدیث موجود ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں:۔

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ ۔ (ترمذی)

لہ "پاکستان ٹائمز" میں "ایڈیٹر کے نام خطوط" کے کالموں میں طبع ہونے والے مراسلوں کی طرف اشارہ ہے۔ (صادق)

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم دس برس مدینہ میں
ٹھیرے رہے ہرسال (عید پر) قربانی کرتے تھے "

غور فرمایا آپ نے اگر حضورؐ تمام مدنی زندگی میں ۔ ہر سال قربانی دیتے رہے ہیں ۔ اور کسی برس ناغہ نہیں کیا ۔ آپ کے اس ناغہ نہ کرنے سے جمہور علماء نے ہر سال گھر گھر قربانی کرنے کو واجب کہا ہے ۔

صحیح بخاری میں ہے :۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یذبح وینحر بالمصلی
" حضورؐ عیدگاہ میں قربانی ذبح کرتے تھے "

ہجرت کے بعد ۔ آپ نے مدینہ ہی میں عیدگاہ میں قربانی دینی شروع کی ۔ یعنی مدینہ میں آپ باہر جنگل میں جا کر نماز عید پڑھتے تھے ۔ اور نماز کے بعد وہیں قربانی کرتے تھے ۔ فرمائیے ؟ ۔ حجۃ الوداع میں آپ نے کہاں نماز عید پڑھی ۔ اور مکہ کے اندر کس عیدگاہ میں قربانی کرتے تھے ؟

ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ میں ہے حضرت ابن عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ۔ کہ عید قربان آگئی ۔ پھر ہم گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے ۔

قابلِ غور امر ہے ۔ کہ یہ قربانی بھی حضورؐ نے اور آپ کے ساتھ

سب مسلمانوں نے مکّہ کے سوا کسی اور مقام پر دی۔ پھر کس طرح عام مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کیا جاتا ہے۔ کہ مکہ کے سوا ۔ حج کے موقعہ کے علاوہ، کہیں قربانی کرنی جائز نہیں۔

رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا

گھر گھر قربانی کی تاکید

ایک اور قولِ فیصل سنئے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور انورؐ نے سوا لاکھ صحابہؓ کو ہر سال گھر گھر قربانی کرنے کی یوں تاکید فرمائی:-

یا ایھا الناس ان علی کل اھل بیت فی کل عام اضحیۃ ۔ (ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ)

"لوگو! تحقیق ہر گھر والے پر ہر سال اضحیہ (قربانی) واجب ہے"

فرمائیے! اگر صرف حج والے پر ہی ہر سال قربانی واجب ہے، تو کیا ہر گھر والے پر ہر سال حج بھی واجب ہے؟ ظاہر ہے کہ حضورؐ یہ حکم تمام مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔ کہ ہر مسلمان، ہر گھر والا ہر سال (جو مقروض نہ ہو) ضرور ضرور قربانی دے۔ اور پھر آپ نے یہاں "ھَدْی" نہیں فرمایا۔ بلکہ اضحیۃ (ہر جگہ عید پر دی جانے والی قربانی) ارشاد فرمایا۔

بخاری مسلم میں ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے نماز عید سے قبل قربانیاں کر دیں۔ حضورؐ نے نماز عید سے فارغ ہو کر قربانیوں کا گوشت دیکھا

تو فرمایا۔ جس نے نماز عید سے پہلے ذبح کیا۔ اسے چاہیئے، کہ اب نماز کے بعد اور (قربانی) ذبح کرے" (کیونکہ نماز عید سے پہلے ذبح کرنے سے قربانی قبول نہیں ہوتی)۔

یہ واقعہ بھی یقیناً مدینہ منورہ کا ہے۔ کیونکہ مکہ میں حج کے موقعہ پر نماز عید پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی حضورؐ نے آخری حج کے وقت مکہ میں نماز پڑھی۔ ثابت ہوا کہ آپ قربانیوں کے متعلق یہ حکم مدینہ منورہ میں ہی دے رہے ہیں۔ جہاں آپ نے عیدالاضحیٰ لوگوں کو پڑھائی۔

امید ہے، قارئین کرام کو تسلی ہو گئی ہوگی۔ اور مکہ میں حج کی قربانی، اور گھروں کی قربانی کی نوعیت، واقعیت، اور ان کے احکام کی جداگانہ تفصیل نے حقیقت کو واشگاف کر دیا ہوگا۔

مسلمانوں کے آگے یہ اپیل کی گئی ہے۔ کہ یہ ——— (DOOR TO DOOR SACRIFICE) گھر گھر قربانی ملّانوں کا جُوا ہے جسے اتار پھینکنا چاہیئے۔ یہ آواز دراصل قربانی کے خلاف عطائیوں (LAY MEN) کا واویلا ہے۔ ہماری گذارش یہ ہے۔ کہ فی الواقع ملّا کا جُوا جتنی جلدی اتار پھینکا جائے۔ اتنا ہی اچھا ہے، اور ملّا ازم سے مسلمانوں کو جتنی جلدی نجات ملے، ان کی خوش بختی اور سعادت ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ موجودہ قربانی "اللہ واحد القھار کا جُوا (YOKE) ہے۔ جسے رسالت کے ہاتھوں نے

ہمارے کندھوں پر رکھا ہے ۔ اسے اتارنے کا خیال کرنا "الحاد" کے گڑھے میں کرنا ہے ۔

پاکستان کی آزادی کے حصول کا یہ مطلب نہیں ہے ۔ کہ ہم کتاب وسنت کی پابندی سے بھی آزاد ہو جائیں ۔ سہ

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابگل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کرلے

شب برات

اسلام میں جو مذہبی تہوار آتے ہیں ۔ وہ کسی انسان کے مقرر کئے ہوئے نہیں ہیں ۔ بلکہ وہ خدائے لایزال کے بنائے ہوئے ہیں کیونکہ اسلام میں جس چیز کو بھی کوئی مذہبی حیثیت حاصل ہے ۔ وہ خدائی حکم اور قانون سے ہے ۔

یاد رہے کہ اسلام میں صرف دو ہی عظیم الشان تہوار ہیں ۔ عیدالفطر اور عیدالضحیٰ[1] ۔ ان تہواروں کی اصل واساس بھی خدا کی توحید، اس کی عبادت، اور اس کی حمد وستائش اور تہلیل وتکبیر پر ہے، گویا تہوار مقرر کرنے والے نے ان کے طریقے اور سلیقے بھی بتا دیئے ہیں مسلمان کے اسلام اور اس کی تفصیلی ثقافت کا تقاضا یہ ہے

کہ وہ عبادت الٰہیہ کی بجا آوری میں مداخلت فی الدین نہ کرے اور انہیں اپنی نفسانی خواہشات اور ملکی رسم و رواج کا لباس نہ پہنائے۔

اسلامی تہواروں کے علاوہ، بعض دنوں، اور راتوں کو بھی اسلام میں اہمیت حاصل ہے۔ اس اہمیت ـ شرعی اہمیت کی تعین وتبیین بھی خدا ہی نے فرمائی ہے۔ ایسے تمام خدائی احکام وارشادات کی خبر صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ہی ہم کو معلوم ہوتی ہے۔ اُمت میں سے کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ اسلام کے اندر کوئی مذہبی تہوار مقرر کرے۔ کسی دن۔ رات۔ یا وقت کو اپنی طرف سے متبرک قرار دے کر منائے، یا منانے کا حکم دے۔

شعبان کی پندرہویں تاریخ (شب برات) خدا کے نزدیک بہت بزرگ اور مرتبہ والی ہے۔ اکثر لوگ اسے شب قدر کہتے ہیں، جو غلط اور بے خبری پر مبنی ہے۔ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے۔ جسے لیلۃ القدر بھی کہتے ہیں۔ اس کا حال آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ نصف شعبان کی رات شب برات کہلاتی ہے اس رات کی بندگی۔ عبادت۔ اور دعا و استغفار خدا کی جناب میں بہت مقبول اور ماجور ہے۔ چنانچہ اکرم الاولین، و اکرم الآخرین امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم (بوحیِ خفی) ارشاد فرماتے ہیں:۔

رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینہ (شعبان) آتا ہے کہ لوگ اس کی برکتوں سے تغافل برتتے ہیں۔ اور اس مہینے میں خدا کے سامنے لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔" (نسائی شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ میں نے (اپنی باری کو) ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا۔ پھر میں نے آپ کو (تلاش کرتے کرتے) ناگہاں بقیع میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا عائشہ! کیا تو اس بات سے ڈری تھی کہ تجھ پر اللہ — اور رسول (تیری باری کا حق مار کر) ظلم کرے۔ میں نے کہا۔ اے رسول! اے میں نے گمان کیا تھا کہ آپ (خدا کے حکم سے) اپنی کسی بیوی کے پاس گئے ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ عائشہ! آج پندرھویں شب شعبان ہے۔ (شب برات ہے) اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ (دریائے رحمت تلاطم خیز ہوتا ہے) پھر اس رات کو وہ بنی کلب کے ریوڑ کے بالوں سے زیادہ (لوگوں کے) گناہ بخشتا ہے۔ (ترمذی)۔

نوٹ:۔ اس رات بڑے خضوع و خشوع سے بخشش کی دعا مانگنی چاہیئے۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مسلمانو!) جب شعبان کی پندرھویں رات آئے، تو اس رات میں نماز پڑھو۔ اور اس (کے پندرھویں دن) کا روزہ رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب آفتاب کے وقت آسمان

دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ رحمت کی برکھا برستی ہے، پھر خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ خبردار! ۔۔ ہے کوئی بخشش مانگنے والا۔ کہ بخشش دوں اس کو؟ ۔۔ خبردار! ۔۔ ہے کوئی رزق مانگنے والا ۔۔ کہ رزق دوں اس کو؟ خبردار! ۔۔ ہے کوئی گرفتارِ بلا کہ عافیت دوں اس کو؟ ۔۔ خبردار! ۔۔ ہے کوئی ایسا اور ایسا؟ ۔۔ (یعنی ایسی ایسی حاجتوں والا؟) فرماتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ طلوع فجر تک۔ (ابن ماجہ)

بتا تیری رضا کیا ہے؟

شب برات کی بزرگی اور فضیلت آپ ملاحظہ فرما چکے۔ کہ قبیلہ بنی کلب کی بھیڑوں کے بالوں سے زیادہ خطاکاروں۔ اور گنہگاروں کو اس رات خدائے غفار بخشتا ہے۔ اور ان پر اپنی رحمت فرماتا ہے۔ اس رات قدوس لایزال آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اس کی رحمت کی گھٹائیں خوب برستی ہیں۔ اور بخشش کے اتھاہ سمندر کی موجوں میں تلاطم ہوتا ہے۔ ہر خاطی اور عاصی کے لئے مغفرت کی آغوش وا ہوتی ہے۔ حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے دروازے خدا آپ کھولتا ہے۔ حدیث فوق الذکر میں آپ سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن چکے ہیں۔ کہ خداتعالیٰ اس رات میں ہر حاجتمند محتاج کی حاجتوں اور احتیاجوں کا نام لے لے کر پکارتا ہے، اور انہیں خبردار اور ہشیار کر کے دامن حوائج پھیلانے کو کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا بندے سے خود پوچھتا ہے ۔۔۔۔۔ بتا تیری رضا کیا ہے۔

جب آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ شب برات کی اس قدر بزرگی اور فضیلت ہے۔ کہ خدا بندے سے خود ہم کلام ہوتا ہے۔ آپ باتیں کرتا ہے۔ دست طلب سے باب اجابت کو دستک دینے کا حکم کرتا ہے۔ تو از راہِ انصاف سوچیں، اور توحید و رسالت کے اقرار کی ذمہ داریوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جائزہ لیں کہ۔ کیا ہم رسمی ختموں کو پڑھوا کر نان وحلوہ کے انبار لگا کر شب برات کے مسنون فرائض سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ کام رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی سنتِ پاک، خلفائے راشدین کی روش، تابعین و تبع تابعین کے عمل سے کہیں ثابت ہیں؟ "روح ملانے کے ختم" کے رزق نے ایجاد فی الدین کی فضا میں کبھی طائرِ لاہوتی کے پَر نوچے تھے؟۔ جب جواب نفی میں ہے۔ اور یہ چیزیں قرون مشہود لہا بالخیر میں۔ کالعدم تھیں، لیکن ہم نے ان کو شب برات کا لازمہ قرار دے رکھا ہے تو پھر ہماری مسلمانی کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ اور شافعِ روزِ جزا کو کل ہم کون سا منہ دکھائیں گے؟

سنت ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق تو ہم کو یہی کرنا چاہیئے۔ کہ شب برات کی مبارک رات کو کثرت سے نوافل پڑھیں ہر رکعت کو لمبے قیام۔ دراز رکوع۔ طویل سجدے اور مطمئن قومے سے آراستہ کریں۔ خدا کی تسبیحیں پڑھیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ اور خواجہ دوسرا ارواحنا الفداء صلے اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود

ہمیں ہے ۔ وہ شانِ عبادت میں عجز والحاح اور خضوع وخشوع مدنظر رہے ۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں " اندروں از طعام خالی دار۔ تا دراں نور معرفت بینی " ۔ اے عابد! اگر تو اپنے اندر نور معرفت اور خدا کا جلوہ دیکھنا چاہتا ہے ۔ تو پیٹ کو نان وحلوہ اور فرنی وکھیر کی کثرت سے، خالی رکھ کر شب زندہ داری کر۔ تاکہ شب برات کی عبادت اور مکالمہ الٰہی میں کسل وکاہلی لاحق نہ ہو ۔

رمضان کا شرف صحبت

شعبان کے مہینہ کی فضیلت اور پندرہویں شب کی بزرگی کا باعث یہ ہے ۔ کہ ماہ شعبان کو رمضان کا شرف صحبت حاصل ہے اور اسی طرح شوال کو بھی رمضان سے شعبان کی طرح اتصال کامل ملا ہے یہی وجہ ہے کہ شوال کے چھ روزوں کا ثواب سال بھر کے نفلی روزوں کے ثواب کے برابر ہے ۔ سبحان اللہ ! رمضان کے قرب وملاپ کے سبب اس سے پہلے اور پچھلے مہینوں کے درجات وفضائل بیان نہیں کر سکتے ۔ تو اس سے رمضان اور رمضان کی شب قدر کے فضائل کی کہکشاں گیری کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں ؟ ۔ اس سے چھونے والے مہینوں کی ضیا باری درخور صد تحسین ہے ۔ تو جو لوگ رمضان کے نمبردار خلیے اور حاضری کے شرف سے ممتاز ہوتے ہیں ۔ ان کا مقام کون بیان کر سکتا ہے ؟ اور مقابلتاً رمضان کی بزرگی کما ینبغی کون جان سکتا ہے ؟

فضائلِ قرآن

از یک آئینے مسلمان زندہ است
پیکرِ مسلم ز قرآن، زندہ است

حضرت آدم علیہ السلام اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ بہشت میں رہتے تھے۔ شجرہ ممنوعہ کا پھل کھا کر ۔ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ ۔ کے جرم میں پکڑے گئے۔ فی الفور بہشت چھین لی گئی ۔ اور انہیں نیچے اتار دیا گیا۔ نہ صرف حضرت آدم وحوّا ہی بہشت سے نکالے گئے۔ بلکہ ان کی اولاد بھی جو پشت میں تھی۔ محروم الارث ہوگئی۔

ہبوطِ آدم کے بعد سب سے پہلی وحی جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ۔ یہ تھی :-

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ (پ)

"پھر (اے آدم تو اور تیری اولاد سن لے کہ) جو ہدایت تمہارے پاس میری طرف سے آئے گی ۔ جو کوئی (صرف) میری ہدایت کی پیروی کرے گا ان پر نہ کچھ ڈر ہے ۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے"

شاہراہِ بہشت پر چراغاں

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی لغزش کی پاداش میں آدم اور اس کی اولاد کو جو دنیا کا پر فتن، اور صبر آزما سفر درپیش آیا ہے۔ اس مستقر میں اگر وہ فقط آسمان سے اتری ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوں گے۔ محض خدا ہی کے اوامر پر چلیں گے۔ اور صرف اسی کی نواہی (شجرہ ممنوعہ در دنیا) سے باز رہیں گے۔ تو دنیا میں ایسی فرماں بردار زندگی بسر کرنے والوں کو ان کا سفر ختم ہوتے ہی — بعد موت کے ان کے باپ کی وراثت ان کے حوالہ کر دی جائے گی، اور وہ بے کھٹکے بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

—— لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ——

انہیں کے حق میں وارد ہوا ہے۔

پھر اس سفر میں عابرین سبیل کی رہنمائی کے لئے خدا تعالیٰ نے نبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا حضرات انبیاء علیہم السلام آتے رہے۔ اور وحی الٰہی کی مشعلوں سے بہشت کو جانے والی شاہراہ "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ" پر چراغاں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نوع انسان کی ہدایت کے لئے، کہ راہ نہ بھول جائیں خدا تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری وحی کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ نبوت کے تیئیس سال میں خدا تعالیٰ کے اس مرسل اعظم نے صرف خدا ہی کی وحی پر عمل کر کے لوگوں کو وحی (قرآن) پر چلنے کا طریقہ بتا دیا

(جو احادیث سے ملتا ہے)۔ اور ساتھ ہی امت کو تاکید کی۔

عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَاتَّخِذُوْهُ إِمَامًا۔ (جامع صغیر)

"لازم پکڑو قرآن (وحی) کو اور (صرف) اسی کو امام بناؤ"

قرآن کی امامت و پیشوائی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی امامت، اور پیشوائی اس لئے لازم قرار دی۔ کہ یہی اور صرف یہی وحی (ہدایت الٰہی) ہی آدم کی ذریت کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے، اور ان کی وراثت انہیں واپس دلا سکتی ہے۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی

لیکن افسوس! امت نے آسمانی ہدایت (قرآن) کو گلدستۂ طاق نسیان بنا دیا۔ اور اس کی امامت کی اقتدار سے دست بردار ہو گئے اس کی روشنی میں چلنے سے دم چرا لیا۔ اور اس طرح قرآن کی حقیقت کو کھو دیا۔ ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی (اقبالؒ)

یہاں روایات سے حدیث نبویؐ کی روایات مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ مُلّا ازم کی وہ مائی تھالوجی مراد ہے۔ جس کی ساحری نے سادہ لوح مسلمانوں کی بصیرت چھین لی ہے، اور نور بصیرت سیماب پا ہونے کے بعد ــــــ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ

دُوْنِ اللّٰهِ [۱] کے مصداق ہو گئے۔

نجات و فلاح کی صورت

الحاصل اب دنیا و آخرت کی نجات و فلاح کے لئے ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قرآن مجید کی طرف رجوع کیا جائے۔ غور و فکر سے اس کے مطالب و معارف کو سمجھیں۔ اس کے اوامر کی شراب طہور سے سرشار ہوں۔ اور نواہی کے خارِ مغیلاں سے دامن سمیٹ کر گزر جائیں!۔۔

اس موضوع میں ہم قرآن (وحی الٰہی) کی محاسن و برکات اور اس کے فضائل لاکلام، حامل وحی جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام میں قرآن خوانی کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ قرآن کو کما حقہ سیکھیں اور لوگوں کو سکھائیں۔ اور پھر اس پر عمل کر کے مقصودِ زندگی پائیں۔

بہتر مسلمان کون ہے

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (بخاری)

---

[۱] یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے ورے رب بنا لیا۔ کہ دین میں بغیر دلیل کے ان کی مانتے تھے۔

"حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے کہ جس نے قرآن (اس کے حقائق و معارف، اور احکام و مطالب کے ساتھ) سیکھا۔ اور (پھر) اسے اوروں کو سکھایا۔"

قرآن بالعمل کی تبلیغ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقعہ پر جب کہ آپ کے لوائے توحید کے نیچے تقریباً سوا لاکھ صحابہؓ جمع تھے۔ انہیں مخاطب کر کے فرمایا:-

اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ـ "کیا میں نے (تمہیں قرآن بالعمل) پہنچا دیا؟" ـ پھر حضورؐ نے آسمان کی طرف اپنی انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا۔ اور پھر اسے لوگوں کی طرف جھکایا۔ تین بار ایسا ہی کیا۔ اور تین بار ہی زبان مبارک سے یہ فرمایا:-

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ـ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ـ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ

"الٰہی تو گواہ رہ! کہ میں نے تیری وحی۔ آسمانی ہدایت۔ قرآن مجید ان کو من وعن پہنچا دیا ہے" ـ پھر آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ـ

جو یہاں موجود ہیں۔ ان پر فرض ہے۔ کہ قرآن، اور میرے عمل بالقرآن (حدیث) کو ان لوگوں تک پہنچا دیں۔ جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

(بخاری۔ مسلم۔ طبقات ابن سعد)

تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ اور زمانہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ کہ وہی صحابہ رضؓ قرآن مجید کا سحاب تبلیغ بن کر آسمان دنیا پر چھا گئے۔ تعلیم و تفہیم اور علم و عرفان کی باران بن کر برسے۔ کہ آج ہمیں بھی انہی کی تبلیغ کے فیضان سے دولت اسلام حاصل ہے۔

غور کریں۔ کہ حدیث مذکور میں حضرت اکرمؐ کا ارشاد کس قدر جامع اور درست ہے۔ کہ "تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"

تمام مسلمان بھائیوں علی الخصوص سکولوں اور کالجوں کے طلبہ سے ہماری گزارش ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قرآن مجید سیکھنا اور سکھانا ـــــــ صحیح معنوں میں اپنی زندگی کے دستور العمل میں داخل کر لیں۔ کیونکہ وحی الٰہی کی تعلیم اور تعلّم، اور اس پر عمل پیرا ہونے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے بھی دنیا میں آسمانی ہدایت ہی کی اشاعت فرمائی۔ اور جناب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن ہی (بذریعہ جبریلؑ خدا تعالےٰ سے) سیکھا۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ اور پھر سیکھ کر دنیا کو اپنے عمل کے ساتھ سکھایا۔

ہر حرف پر دس نیکیاں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَّالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اِلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِیْمٌ حَرْفٌ۔ (ترمذی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قرآن میں ایک حرف پڑھے۔ تو ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے۔ وہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے (یعنی ہر حرف پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں)۔ میں نہیں کہتا (فرمایا حضورؐ نے) کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ (بلکہ) الف ایک حرف ہے۔ اور لام ایک حرف ہے۔ اور میم ایک حرف ہے) (گویا تین حرف ہوئے۔ اور الٓمّٓ کہنے سے تیس نیکیاں لکھی گئیں)۔"

فرمائیے! ۔ کیا قرآن کے سوا کوئی اور کتاب بھی ہے کہ جس کے پڑھنے سے نیکیاں ملتی ہیں؟ ۔ نہیں! ۔ وحی الٰہی کے سوا۔ کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ صرف قرآن ہی ایک وہ کتاب ہے۔ کہ جس کے پڑھتے ہی۔ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۔

نیکیاں لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! قرآن کے بارے میں کتنا وسیع فضلِ یزداں ہے۔

اور پھر جو شخص قرآن مجید پڑھتے وقت ہر ہر آیت پر غور و فکر کرے۔ آیاتِ رحمت پر اس کو خوشی ہو۔ اور اس پر رحمت مانگے —— اور عذاب کی آیات پڑھتے ہوئے آنکھیں آنسو گرائیں۔ اور عذاب سے پناہ پکڑے۔ اور پھر ہر امر و نہی پر سوچ بچار کرتے ہوئے عمل کرے —— جس قرآن کے پڑھنے والے کو یہ کیفیت، اور توفیقِ عمل حاصل ہو۔ اس کے ثواب، اور رضائے ایزدی کے دریا کا پاٹ کون معلوم کر سکتا ہے؟

والدین کی توقیر کا منظر

عَنْ مُعَاذِ نِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا۔ (احمد)

"معاذ جہنی رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قرآن پڑھے

اور جو کچھ (امر و نہی) قرآن میں ہے۔ اس پر عمل بھی کرے۔ تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو (ایسا) تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی اس آفتاب سے جو تمہارے دنیا کے گھروں کے اندر ہو۔ بہت اچھی (اور بڑھ کر) ہو گی۔ پھر کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق۔ جس نے قرآن مجید پر عمل بھی کیا۔"

ملاحظہ :- آپ اپنی نرینہ اور مادینہ اولاد کو ضرور قرآن کی تعلیم دیں۔ اور صرف ناظرہ ہی نہ پڑھائیں۔ بلکہ اس کا ترجمہ اور مفہوم بھی سکھائیں۔ تاکہ وہ قرآن پڑھ کر بالراست صحیح دین سے واقف ہو کر خدا کے احکام پر عمل بھی کر سکیں۔ آپ کی قرآن پڑھی ہوئی ایسی اولاد آپ کے لئے صدقہ جاریہ بن کر۔۔۔ قیامت کے دن عزت و توقیر، اور نجات و فلاح کا موجب ہو گی۔ فوق الذکر حدیث میں آپ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ معلوم کر لیا ہے۔ کہ قرآن پڑھانے والے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا نورانی تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی ۔۔۔ ہمارے دنیا کے گھروں کے اندر آتے ہوئے آفتاب سے بڑھ چڑھ کر ہو گی۔ یعنے یہ سورج جو چوتھے آسمان پر چمکتا ہے ۔۔۔ کس قدر تیز روشنی رکھتا ہے ۔۔۔ اگر یہی آفتاب

بالفرض ہمارے گھروں کے اندر طلوع کرے، تو پھر اس کی روشنی کتنی تیز ہو گی؟ — لیکن جو تاج اولاد کو قرآن پڑھانے والے والدین کو پہنایا جائے گا — اس کی روشنی — گھروں کے اندر روشن ہونے والے آفتاب سے تیز ہو گی! — اور پھر تمام لوگوں کی نظر ایسے نورانی تاج والے چہروں پر پڑے گی' اور ان کی عزت و توقیر دیکھ کر اہل محشر انگشت بدنداں رہ جائینگے — بھائیو! وقت کو غنیمت جانو — اور اولین فرصت میں اولاد کو تعلیم قرآن کے زیور سے آراستہ کر لو۔

نوٹ :- ہاں تو قرآن کی تعلیم کے ساتھ، انہیں علوم عصریہ (MODERN ARTS) کے اکتساب سے بھی محروم نہ رکھیں۔ کیونکہ مروجہ علوم نہ رکھنے کے سبب انسان آج کل کی محشر بدامن دنیا کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور آزاد ذریعہ معاش نہ ہونے کے سبب ہو سکتا ہے۔ کہ لوگوں کی روٹیوں کا ہی ہو رہے۔ اور قرآن کو دنیا اکٹھی کرنے کا ذریعہ بنا لے۔ اس سے سیزن — (SEASON) کمائے۔ اور پیشہ ور واعظ بن جائے۔

قرآن بامعنی پڑھنے کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَائِبَهٗ وَ غَرَائِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَ

حُدُوْدُہٗ ۔ (مشکوٰۃ)

"حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کے معانی بیان کرو۔ اور اس (قرآن) کے غرائب کی پیروی کرو۔ اور (سنو!) قرآن کے غرائب اس کے فرائض، اور اس کی حدیں ہیں "

مُلاحَظہ :- فرائض سے مراد اوامر، اور حدود سے مقصود نواہی ہیں ۔

ترجمہ پڑھنا گناہ ہے؟

بعض نام نہاد مولوی، اور پیر لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنا خدا کے لنگ (عزت) کو ہاتھ ڈالنا ہے۔ ترجمہ پڑھنا گناہ ہے۔ کیونکہ خدا کا کلام سمجھا نہیں جا سکتا۔ اس لئے صرف (ناظرہ) بلا ترجمہ پڑھنا ہی بہتر، اور کارِ ثواب ہے ۔

دراصل یہ عبَادُ الدّینار لوگوں کو قرآن کے ترجمہ پڑھنے سے اس لئے منع کرتے تھے۔ کہ اگر لوگ قرآن کا ترجمہ پڑھ کر اس کے مفہوم و مطالب سے واقف ہو گئے ـــ تو مسئلہ مسائل پوچھنے میں ان کے محتاج نہ رہیں گے ۔ اور پھر ان کے وقار میں کمی آجائے گی۔ اور سب سے بڑی وجہ لوگوں کو

اَن پڑھ رکھنے کی یہ تھی۔ کہ اگر مرد، اور خاص کر عورتیں قرآن اور حدیث پڑھ کر سچ مچ مذہب سے واقف ہو گئے۔ تو اندھی تقلید کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور ساتھ ہی خرقہ سالوس کے اندر ان کی مہاجنی بھی ختم ہو جائے گی۔ پس مردوں علی الخصوص عورتوں کی (ILLITERACY) بے علمی کے اسباب میں ملائیت، اور برہمنیت سرفہرست ہیں۔ خدا تعالےٰ کا اس کے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود و سلام ہو۔ جس نے امت کی خیر خواہی، اور دین نوازی کی خاطر ارشاد فرمایا:-

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ)

"طلب علم ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔"

بیشک اگر تمام مرد، اور عورتیں قرآن و حدیث کے مطالب سے کما ینبغی واقف ہو جائیں۔ تو جہاں وہ اپنی دین و دنیا کی کامیابی کی تعمیر صحیح بنیادوں پر استوار کر سکیں گے ـــ وہاں وہ ـــ "دین ملاّ فی سبیل اللہ فساد" کی دو دھاری تلوار کے وار سے بچ جائیں گے۔

بہشت کا دار و مدار

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَ حَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ ۔ (مشکوٰۃ)

"حضرت علی رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قرآن پڑھا - پھر اس کو یاد کیا۔ اور قرآن کے حلال کو حلال جانا۔ اور قرآن کے حرام کو حرام جانا تو خدا تعالےٰ اس کو بہشت میں داخل کرے گا۔"

نوٹ :- حلال اور حرام جاننے سے سنت کے مطابق قرآن پر عمل کرنا مراد ہے۔ جس شخص نے قرآن کے کسی حکم پر غیر مسنون طریق سے عمل کیا۔ اس نے قرآن کے حلال اور حرام کو توڑ ڈالا۔

قوموں کا عروج وزوال

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ ٥ (مسلم)

"حضرت عمر بن خطاب رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - کہ بیشک اللہ تعالےٰ قوموں کو اس کتاب (قرآن) کے ساتھ بلند کرتا ہے۔ اور کتنے لوگوں کو اس کے ساتھ پست کرتا ہے۔"

ثریا سے ثرےٰ پر

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے۔ کہ — جو قرآن مجید کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے

خدا اس کا درجہ دنیا میں بھی بلند کرتا ہے۔ یعنی اس کو دولت عزت، حکمت، اور حکومت دیتا ہے۔ جیسا کہ عرب کے گڈریئے جب قرآن شریف پر ایمان لے آئے۔ (رضی اللہ عنہم)۔ پھر اسے پڑھا۔ اور عملاً اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے۔ تو خدا نے ان کو اتنا بلند کیا۔ وہ عروج بخشا، کہ عرب، روم، شام، ایران، اور مصر کے تخت حکومت پر بیٹھ کر جہاں بانی کرنے لگے، پھر اس کے بعد ایک وقت ایسا آیا۔ کہ مسلمانوں نے قرآن کو گلدستہ طاقِ نسیاں بنا دیا: اس کے امتثالِ اوامر اور اجتناب نواہی سے بے نیاز ہو گئے — تو قرآن کے فقدانِ عمل نے انہیں ثریا سے زمین پر دے مارا — حضور اکرمؐ نے اس حدیث میں تذکیر کا ایک دریا بہایا ہے۔ اور عروج و زوالِ اقوام کی گتھی کو سلجھایا ہے۔ کہ علیٰ وجہ البصیرت قرآن پر عمل کرنا کہکشاں گیر ترقیوں، اور عزتوں کا موجب ہے، اور قرآن کی پیشوائی سے بے نیاز اور مستغنی ہونا ذلت و ادبار کی تاریک خندقوں میں گرا دیتا ہے۔

حافظ اور قاری کا مرتبہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی

الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ
اٰيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا۔ (احمد)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) صاحبِ قرآن کو کہا جائے گا۔ پڑھ (قرآن) اور (بہشت کے درجوں پر) چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ جیسے کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ پس تحقیق تیرا مرتبہ (آج بہشت میں) آخری آیت پر ہے۔ جو تو پڑھے گا۔"

قارئینِ کرام! — اس آنی فانی، اور ہنگامی دنیا میں قرآن سے لو لگاؤ۔ بڑی محبت اور انتہائی خلوص سے قرآن کی ہر روز۔ تلاوت کیا کرو۔ خواہ تھوڑا ہی پڑھو۔ لیکن پڑھنے پر مداومت کرو۔ اور ایسے استغفار اور خضوع وخشوع سے پڑھنے کا ملکہ پیدا کرو۔ کہ گویا آپ محبوب حقیقی — اللہ رب العالمین سے باتیں کر رہے ہیں۔ — ذرا غور تو کریں۔ کہ قیامت کے روز جب آپ سے — قرآن کو بلاناغہ ترتیل سے پڑھنے والوں، اور باعمل حافظوں سے خطابِ خداوندی ہوگا۔ کہ قرآن کو پڑھتے جاؤ، اور درجاتِ بہشت کی اس سیڑھی پر چڑھتے جاؤ۔ قرآن پڑھتے پڑھتے

جب آپ آخری آیت پر پہنچیں گے۔ تو اس قدر بلند درجہ آپ کو بہشت میں ملے گا ـــ حافظ اور قاری قرآن کے مقام کی بلندی کا ذرا اندازہ تو لگائیں ـــ! یہ یاد رہے۔ کہ حصولِ مراتب کے لئے قرآن فروشی سے بچنا۔ اور قرآن کی ذمہ واریوں سے عہدہ برآ ہونا ـــ شرط ہے۔

قرآن جامع وظائف ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَآ اُعْطِی السَّآئِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔ (ترمذی)

"حضرت ابو سعید رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلند اور برکت والا پروردگار فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے) جس کو باز رکھے قرآن میری یاد ـ اور مجھ سے مانگنے سے ـ دیتا ہوں میں بہتر اس کو اس چیز سے۔ جو دیتا ہوں مانگنے والوں کو ـ اور کلامِ الٰہی کی بزرگی تمام کلاموں پر اس طرح ہے جس طرح اللہ کی بزرگی اس کی تمام مخلوقات پر"

مُلاحظہ:۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو شخص اپنا اکثر وقت قرآن کے پڑھنے، اور پڑھانے۔ اس کے سمجھنے، اور سمجھانے، معانی اور مطالب میں غور و فکر کرنے میں گزار دے۔ اور پھر اس کو دیگر اوراد، و وظائف، اور اذکار، و ادعیہ کا وقت نہ ملے، تو خدا تعالے اس کو اوراد، و اذکار، اور ادعیہ و وظائف کے ذریعہ مانگنے والوں سے بہتر دیتا ہے۔

پس قرآن مجید کو سوچ سمجھ کر پڑھنا اور خلوص و تقوے سے اس پر عمل کرنا ـــ حوائج و مصائب دنیوی، اور مرام و مطالب اُخروی کے لئے اکسیر اعظم اور تریاق لامثال ہے۔

ستّر ھزار فرشتوں کی دعائیں

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَقَرَاَ ثَلٰثَ اٰيٰتٍ مِّنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَّاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ

شَهِيدًا وَّ مَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ ۔ (ترمذی شریف)

"حضرت معقل بن یسارؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم سے نقل کرتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جو شخص صبح کے وقت تین بار کہے ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات ۔ (یعنے هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے عَزِيْزُ الْحَكِيْمِ ۔ تک) پڑھے ۔ تو خدا تعالےٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتا ہے ۔ جو شام تک اس کے لئے (توفیق خیر، دفع شر، اور گناہوں کی بخشش کے واسطے) دعا مانگتے رہتے ہیں ۔ اور اگر مر جائے اس دن تو شہید مرتا ہے ۔ اور جو شخص پڑھے اس کو تین بار شام کو ۔ اور پھر سورۃ حشر کی تین آیات (بدستور) تو اسی مرتبہ میں ہوتا ہے ۔ یعنے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں ۔ جو شام سے لے کر صبح تک خیریت و عافیت، اور اثبات دین کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ۔

دل کے زنگ کی جلاء | عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا تَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا جِلَاءُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ۔ (بیہقی)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس طرح لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح یہ دل بھی زنگ پکڑ جاتے ہیں، حضورؐ سے پوچھا گیا۔ کیا ہے جلار (صفائی) ان کی ؟ آپ نے فرمایا۔ موت کو بکثرت یاد کرنا۔ اور (مطالب و معانی پر غور کرکے) قرآن پڑھنا۔"

سورۃ فاتحہ کی حلفی عظمت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِی الصَّلٰوةِ فَقَرَأَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرٰىةِ وَلَا فِی الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا

هِيَ السَّبْعُ مِنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُعْطِيْتُهٗ ۔ (ترمذی)

"حضرت ابی ہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو کہا۔ کہ تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ (ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں آپ پر قربان ۔ کیسی تمہید باندھ کر عظمت فاتحہ بیان فرماتے ہیں) پس پڑھی (ابی بن کعب نے) سورۃ فاتحہ۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی ۔ کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہیں اتاری گئی تورات میں ۔ اور نہ انجیل میں، اور نہ زبور میں، اور نہ قرآن میں ۔ کوئی صورت مانند سورت فاتحہ کے ۔ اور بے شک اس سورت کی سات آیتیں ہیں ۔ (جو) مکرر پڑھی جاتی ہیں، اور (وہ) قرآن عظیم ہے جو مجھے ملا ہے۔"

دس سپاروں کا ثواب

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّقْرَأَ فِیْ لَیْلَۃٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَکَیْفَ یَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یَعْدِلُ

ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ ۔ (مسلم)

"حضرت ابی درداء رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا کوئی تم میں ایک رات میں تہائی قرآن (دس سیپارے) پڑھنے سے عاجز ہے؟ صحابہ رض نے عرض کیا۔ کہ کوئی تہائی قرآن کیسے پڑھے؟ فرمایا حضور م نے ۔ سورہ اخلاص قل شریف۔ دس سیپاروں کے برابر ہے"

قرآن کی مزدوری لینے والے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَ فِيْنَا الْاَعْرَابِيُّ وَ الْعَجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَأُوْ فَكُلٌّ حَسَنٌ وَ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهٗ ۔ (ابوداؤد)

"حضرت جابر رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ (ایک دن) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور ہم قرآن پڑھتے تھے، ہم میں اعرابی بھی تھے۔ اور عجمی (غیر عربی) بھی تھے۔ پھر حضور م نے فرمایا۔ پڑھو!۔ ہر ایک (تم میں)

اچھا پڑھتا ہے۔ (اور یاد رکھنا کہ) کچھ لوگ (آئندہ زمانہ میں) آئیں گے۔ (جو) قرآن کو ایسا سیدھا کریں گے۔ جیسے تیر سیدھا کیا جاتا ہے۔ لیکن (وہ پیٹ کے پجاری) جلدی کریں گے بدلے (لینے) قرآن کے (دنیا میں) اور نہ رکھیں گے (مزدوری قرآن کی) آخرت پر۔"

متاعِ کارواں جاتا رہا

مذکورہ صدر حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ آخیر زمانہ میں قرآن پڑھنے والے ایسے ہوں گے۔ کہ قرآن کے الفاظ کو خوب سنواریں گے۔ اور مخارج کی رعایت میں بہت تکلیف کریں گے۔ محض دکھانے، سنانے، فخر اور ریا کے لئے — لیکن ثواب کی کچھ غرض نہ ہوگی۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے، دنیا کمانے کے لئے قرآن پڑھیں گے۔ اور پھر قرآن پڑھنے کی مزدوری لینے میں جلدی کریں گے۔ دنیا ہی میں لوگوں سے۔ وصول کرلیں گے — قرآن خوانی، اور وعظ گوئی کے ختم ہوتے ہی رومال بچھا دیں گے۔ آخرت میں خدا پر نہ چھوڑیں گے۔ افسوس! آج کل ہمارے زمانہ میں قرآن پڑھنے، پڑھانے اور سنانے والے حافظوں، قاریوں، اور پیشہ ور واعظوں کی اکثریت کا یہی حال ہے۔ سہ

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

قرآن پڑھ کر رزق کمانا

حضرت عمران بن حصین رض ایک دفعہ کسی قصہ گو واعظ کے پاس سے گزرے۔ اور وہ قرآن پڑھتا تھا۔ اور پھر سوال کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمران رض نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پڑھا۔ اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْئَلِ اللّٰہَ فَاِنَّہٗ سَیَجِیْءُ اَقْوَامٌ یَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَسْئَلُوْنَ بِہِ النَّاسَ ـــ جو شخص قرآن پڑھے، اسے چاہیئے۔ کہ قرآن کے ساتھ اللہ سے سوال کرے ـــ (نہ لوگوں سے) ـــ پس تحقیق (ایک زمانہ میں) آئیں گے لوگ ـــ (پیٹ کے پجاری) قرآن پڑھیں گے۔ اور اس کے ساتھ لوگوں سے مانگیں گے۔ (ترمذی)

ملاحظہ:۔ قرآن پڑھ کر دو طرح سے مانگتے ہیں۔ بعض تو گزرگاہوں پر بیٹھ کر پڑھتے اور مانگتے ہیں۔ اور بعض قبل از وقت ہی ـــ ایک ماہ کے لئے ساٹھ ستر یا اسی روپے ـــ تین پاؤ دودھ ـــ اور بادام ـــ بالائی وغیرہ کا سودا کر لیتے ہیں۔ قرآن کے ایسے سوداگر ـــ

ذرا مہذب گداگر کہلاتے ہیں۔

افسوس! ثمنِ قلیل کے عوض آیاتِ الٰہی کا سودا کرتے وقت ایسے لوگوں کو۔ ضمیر بھی ملامت نہیں کرتی۔

حضرت انورؐ نے فرمایا:۔

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔

"جو شخص قرآن پڑھے۔ کہ کھائے لوگوں سے بسبب اس کے۔ (یعنی جو قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے گا) قیامت کے روز اس کا (بدشکل) چہرہ صرف ہڈی کا ہوگا۔ جس پر گوشت کا نام تک نہ ہوگا۔"

(شعب الایمان)

اس حدیث نے تو پیشہ ور عالموں، واعظوں، قاریوں، اور حافظوں کو جن کا ضمیر زندہ ہے —— نعلِ در آتش کر دیا ہے۔ ان حضرات کو اکتساب ارزاق بالقرآن کی روش ترک کرکے آج ہی —— کوئی نہ کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار کرلینا

چاہیئے۔ سہ

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باخواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما
(حافظ)

حافظ کا دس آدمیوں کی شفاعت کرنا

ترمذی، ابن ماجہ، کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں حضرت علی رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جس شخص نے قرآن پڑھا۔ اسے حفظ کیا۔ اور پھر اس کے حلال کو حلال، اور حرام کو حرام جانا۔ (یعنی قرآن پر پورے طور سے عمل کیا) اس کو خدا تعالےٰ بہشت میں داخل کرے گا۔ اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کرے گا۔ جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی"

نوٹ:۔ بغیر اجازتِ الٰہی شفاعت ناممکن ہے۔ حضورِ پُر نور کو شفاعتِ کبریٰ کے لئے اللہ اجازت دیگا تو آپ لبِ اعجاز وا فرمائیں گے۔ اسی طرح حلال کا

رزق کما کر کھانے والے عامل بالقرآن حافظ کو خدا خود اجازت دے گا۔ کہ ہاں اپنے کنبہ کے دس آدمیوں کے لئے تو شفاعت کر سکتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

دھوکا نہ کھانا

بعض پیر حضرات اپنے مریدوں، اور مریدنیوں کو یہ کہہ کر جُل دے جاتے ہیں۔ کہ قیامت کے روز ہم تمہاری شفاعت کریں گے۔ مریدو! تم کو ساتھ لے کر ہم بہشت میں جائیں گے۔ (اس لئے نذر نیاز اور ششماہی دیتے رہو۔) واضح رہے۔ کہ اول تو کسی شخص کو اپنے انجام کا علم ہی نہیں ہے۔ کہ وہ بہشتی ہے یا دوزخی، — صحیح بخاری میں حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ آدمی نیک کام کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ بہشت ایک بالشت رہ جاتی ہے تو اس سے (اخیر میں) کوئی ایسا بُرا کام ہو جاتا ہے، کہ وہ دوزخی ہو جاتا ہے۔ اور آدمی بُرے کام کرتا رہتا ہے حتےٰ کہ دوزخ ایک بالشت رہ جاتی ہے۔ تو اس سے (اخیر میں) کوئی ایسا نیک کام ہو جاتا ہے۔ کہ وہ بہشتی ہو جاتا ہے "— اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ

اعمال کا اعتبار انجام پر ہے۔

انما الاعمال بالخواتیم۔

پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص زندگی میں سینے پر ہاتھ مار کر بہشتی ہونے کا دعوے کرے۔ خواہ کوئی کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو۔ خدا کی رحمت کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ مدعی جنت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب صورت حال یہ ہے۔ تو کس طرح پیر مریدوں کو کہہ سکتا ہے۔ کہ میں اپنے ساتھ ضرور تمہیں بہشت میں لے جاؤں گا۔ یا تمہاری ضرور شفاعت کروں گا۔ حضور انورم تو اپنی بیٹی فاطمہ رض، اور پھوپھی صفیہ رض کو یہ فرمائیں:۔

يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنِّیْ لَآ اُغْنِیْ عَنْكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ○

" فاطمہ رض — میری بیٹی! — اور صفیہ رض — میری پھوپھی! — (سنو!) خدا کے ہاں کام آنے والے نیک عمل کر لو۔ میں خدا کے ہاں تمہیں کچھ کام نہ آؤں گا۔" (طبقات ابن سعد)

فرمائیے! — رسولِ پاک جن کو شفاعت کا اذن ملنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے — وہ تو اپنی بیٹی، اور

پھوپھی، کو صرف اعمال صالح پر زور دے رہے ہیں۔ اور یہ نہیں فرما رہے۔ کہ میں تم کو ضرور ضرور بہشت میں لے کر جاؤں گا۔ اکیلا ہرگز نہیں جاؤں گا۔ لیکن پیر جس کے انجام، اور شفاعت کا قطعاً ثبوت نہیں۔ اور علم نہیں ۔۔ وہ کس طرح لوگوں کو کہہ سکتا ہے۔ کہ میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ اور بہشت میں ساتھ لے کر جاؤں گا؟ ۔۔ خبردار! کہ یہ سب پیری مریدی کی دکان چلانے کے لچھن ہیں۔ حافظِ قرآن جس کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کو کنبہ کے دس آدمیوں کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اس بات کا پتہ بھی قیامت کے روز ہی لگے گا۔ کہ وہ کون کون حافظ ہے۔ جس کو اذن ملا ہے ۔۔ حافظِ قرآن بھی باوجود بشارت پانے کے ۔۔ اس عالمِ کون و فساد میں دعوےٰ شفاعت ہرگز نہیں کر سکتا۔ ہاں صالح اعمال، اور عاملِ قرآن ہو کر رحمتِ ایزدی کا امیدوار ضرور ہو سکتا ہے ٭

تِرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ وَسَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۞